برکاتِ رمضان
(ماہِ رمضان کی فضلیت)

......☆ مؤلف ☆......

محمد رضا مرکزی

(مدرس الجامعۃ القادریہ نجم العلوم، مالیگاؤں)

......☆ ناشر ☆......

البرکات فاؤنڈیشن، مالیگاؤں

برکاتِ رمضان
(ماہِ رمضان المبارک کی فضلیت)

رمضان المبارک کامہینہ سال کے باقی تمام مہینوں سے افضل واعلی ہے۔ یہ اپنے اندر لامحدود، اور ان گنت رحمتیں سموئے ہوئے ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔مسلمانوں کے لئے یہ مہینہ نیکیوں کی موسلا دھار بارش کی مانند ہے،جس سے ہر مسلمان زیادہ سے زیادہ نیکیاں حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔رمضان کا مہینہ باقی مہینوں کا سردار ہے،جس میں ہر نیکی کا اجر وثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔اسی مہینے میں قرآن مجید نازل ہوااور اس مہینے میں ایک ایسی رات ہے،جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔لہٰذا ہر عقل مند کے لیے ضروری ہے کہ وہ رمضان میں اپنے اوقات کی تقسیم کرے اور بڑے پیمانہ پر قرآن کی تلاوت وتفہیم،ترجمہ اور کچھ حصہ حفظ کرنے کا اہتمام کرے۔چونکہ رمضان المبارک سال کے تمام مہینوں میں سے افضل ترین مہینہ ہے اور اس کی عبادات کو تمام عبادات سے افضل قرار دیا گیا ہے۔اس لیے احتیاط کے پیش نظر مختلف کوتاہیوں اور غلطیوں سے محفوظ رہنے کے لیے علماء نے بہت کچھ لکھا ہے۔اور عامۃ الناس کو راہنمائی فراہم کی ہے۔زیر نظر کتاب" برکات رمضان یعنی ماہ رمضان المبارک کی فضلیت" اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب میں انتہائی آسان اور عام فہم انداز میں روزے سے متعلق تقریباً تمام مسائل کو ترتیب وار یکجا کر دیا ہے۔اس میں انہوں نے روزے کے احکام،رمضان کے روزے فرض ہونے کی شرائط،روزے کے صحیح ہونے کی شرائط،روزے سے متعلق چند مسنون کام،ماہ رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت،روزہ توڑنے والے امور،ممنوع یا مکروہ روزے اور روزے کے فوائد وغیرہ جیسی اہم مباحث بیان کی ہیں۔اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو راقم کے لئے نجات

اخروی کا سامان بنائے اور اسے مقبول انام فرمائے ۔اور اس محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔آمین

روزہ اسلام کے مسلمانوں پر فرض کردہ فرائض میں سے ایک ہے۔اور روزہ اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے اور رمضان المبارک اسلامی سال کا نواں مہینہ ہے یہ مہینہ اللہ تعالی کی رحمتوں، برکتوں، کامیابیوں اور کامرانیوں کا مہینہ ہے۔اپنی عظمتوں اور برکتوں کے لحاظ سے دیگر مہینوں سے ممتاز ہے ۔رمضان المبارک وہی مہینہ ہے کہ جس میں اللہ تعالی کی آخری آسمانی کتاب قرآن مجید کا نزول لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ہوا۔ ماہ رمضان میں اللہ تعالی جنت کے دروازے کھول دیتا ہے اور جہنم کے دروازے بند کردیتا ہے اور شیطان کو جکڑ دیتا ہے تاکہ وہ اللہ کے بندے کو اس طرح گمراہ نہ کرسکے جس طرح عام دنوں میں کرتا ہے اور یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں اللہ تعالی خصوصی طور پر اپنے بندوں کی مغفرت کرتا ہے اور سب سے زیادہ اپنے بندوں کو جہنم سے آزادی کا انعام عطا کرتا ہے۔رمضان المبارک کے روزے رکھنا اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے نبی کریم ﷺ نے ماہ رمضان اور اس میں کی جانے والی عبادات (روزہ،قیام ،تلاوت قرآن ،صدقہ خیرات،اعتکاف،عبادت لیلۃ القدر وغیرہ) کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔روزہ کی دوسرے فرائض سے یک گونہ فضیلت کا نداز ہ اللہ تعالٰی کے اس فرمان ہوتا ہے’’الصیام لی وانا اجزء بہ‘‘یعنی روزہ خالص میرے لیے ہے اور میں خود ہی اس بدلہ دوں گا۔روزہ کے احکام ومسائل سے اگاہی ہر روزہ دار کے لیے ضروری ہے ۔لیکن افسوس روزہ رکھنے والے بیشتر لوگ ان احکام ومسائل سے لاعلم ہوتے ہیں، بلکہ بہت سے افراد تو ایسے بھی ہیں جو بدعات وخرافات کی آمیزش سے یہ عظیم عمل برباد کرلینے تک پہنچ جاتے ہیں۔ کتبِ احادیث میں ائمہ محدثین نے کتاب الصیام کے نام سے باقاعدہ عنوان قائم کیے ۔اور کئی علماء اور اہل علم نے رمضان المبارک کے احکام ومسائل وفضائل کے حوالے سے مستقل کتب تصنیف

کی ہیں۔

قرآن کی روشنی میں ماہ رمضان اور روزہ کی فضیلت

یا ایّھا الّذین آمنوا کتب علیکم الصّیام کما کتب علی الّذین من قبلکم لعلّکم تتّقون.

ترجمہ:اے صاحبان ایمان تمہارے اوپر روزے اسی طرح لکھ دیئے گئے ہیں جس طرح تمہارے پہلے والوں پر لکھے گئے تھے شاید تم اس طرح متّقی بن جاؤ۔

رمضان کا مہینہ ایک مبارک اور باعظمت مہینہ ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں مسلسل رحمت پروردگار نازل ہوتی رہتی ہے اس مہینہ میں پروردگار نے اپنے بندوں کو یہ وعدہ دیا ہے کہ وہ ان کی دعا کو قبول کرے گا یہی وہ مہینہ ہے جس میں انسان دنیا وآخرت کی نیکیاں حاصل کرتے ہوئے کمال کی منزل تک پہنچ سکتا ہے.اور پچاس سال کا معنوی سفر ایک دن یا ایک گھنٹہ میں طے کرسکتا ہے.اپنی اصلاح اور نفس امارہ پر کنٹرول کی ایک فرصت ہے جو خداوند متعال نے انسان کو دی ہے.خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں ایک بار پھر ماہ مبارک رمضان نصیب ہوا اور یہ خود ایک طرح سے توفیق الٰھی ہے تاکہ انسان خدا کی بارگاہ میں آکر اپنے گناہوں کی بخشش کا سامان کر سکے، ورنہ کتنے ایسے لوگ ہیں جو پچھلے سال ہمارے اور آپ کے ساتھ تھے لیکن آج وہ اس دار فنا سے دار بقاء کی طرف منتقل ہوچکے ہیں.

اس مہینہ اور اس کی ان پر برکت گھڑیوں کی قدر جانیں اور ان سے خوب فائدہ اٹھائیں اس لئے کہ نہیں معلوم کہ اگلے سال یہ موقع اور یہ بابرکت مہینہ ہمیں نصیب ہو یا نہ ہو.

ماہ مبارک عبادت وبندگی کا مہینہ ہے۔خداوند متعال فرماتا ہے: اے میرے سچے بندو! دنیا میں میری عبادت کی نعمت سے فائدہ اٹھاؤ تاکہ اس کے سبب آخرت کی نعمتوں کو پاسکو.

یعنی اگر آخرت کی بے بہا نعمتوں کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو پھر دنیا میں میری نعمتوں کو

بجالاؤں اس لئے کہ اگر تم دنیا میں میری نعمتوں کی قدر نہیں کرو گے تو میں تمہیں آخرت کی نعمتوں سے محروم کردوں گا.اور اگر تم نے دنیا میں میری نعمتوں کی قدر کی تو پھر روز قیامت میں تمھارے لئے اپنی نعمتوں کی بارش کردوں گا .انہیں دنیا کی نعمتوں میں سے ایک ماہ مبارک اور اس کے روزے ہیں کہ اگر حکم پروردگار پر لبیک کہتے ہوئے روزہ رکھا، بھوک و پیاس کو تحمل کیا تو جب جنّت میں داخل ہوگے تو آواز قدرت آئے گی:

(کلوا و اشربوا هنیئا بما اسلفتم فی الایّام الخالیة)

ترجمہ: اب آرام سے کھاؤ پیو کہ تم نے گذشتہ دنوں میں ان نعمتوں کا انتظام کیا ہے.

ماہ مبارک کے روز و شب انسان کے لئے نعمت پروردگار ہیں جن کا ہر وقت شکر ادا کرتے رہنا چاہیئے .لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان بابرکت اوقات اور اس زندگی کی نعمت کا کیسے شکریہ ادا کیا جائے،

(من قرء فی شهر رمضان آیة من کتاب الله کان کمن ختم القرآن فی غیره من الشّهور)

جو شخص ماہ مبارک میں قرآن کی ایک آیت پڑھے تو اس کا اجر اتنا ہی ہے جتنا دوسرے مہینوں میں پورا قرآن پڑھنے کا ہے.

کسی شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا:

(یا رسول الله ! ثواب رجب ابلغ ام ثواب شهر رمضان ؟ فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم: لیس علی ثواب رمضان قیاس)

یا رسول اللہ! رجب کا ثواب زیادہ ہے یا ماہ رمضان کا؟ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ماہ رمضان کے ثواب پر قیاس نہیں کیا جاسکتا. گویا خداوند متعال بہانہ طلب کررہا ہے کہ کسی طرح میرا بندہ میرے سامنے آکر جھکے تو سہی. کسی طرح آکر مجھ سے راز و نیاز کرے تو سہی تا کہ میں اس کو بخشش دوں.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ مبارک کی فضیلت بیان فرماتے ہیں:

(انّ شهر رمضان ، شهر عظیم یضاعف الله فیه الحسنات و یمحو فیه السیئات و یرفع فیه الدرجات .)

ماہ مبارک عظیم مہینہ ہے جس میں خداوند متعال نیکیوں کو دو برابر کردیتا ہے. گناہوں کو مٹادیتا اور درجات کو بلند کرتا ہے.

اگر کوئی شخص ماہ مبارک میں سالم رہے تو پورا سال صحیح و سالم رہے گا اور ماہ مبارک کو سال کا آغاز شمار کیا جاتا ہے. اب یہ حدیث مطلق ہے جسم کی سلامتی کو بھی شامل ہے اور اسی طرح روح کی بھی. یعنی اگر کوئی شخص اس مہینہ میں نفس امارہ پر کنٹرول کرتے ہوئے اپنی روح کو سالم غذا دے تو خداوند متعال کی مدد اس کے شامل حال ہوگی اور وہ اسے اپنی رحمت سے پورا سال گناہوں سے محفوظ رکھے گا. اسی لئے تو علمائے اخلاق فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک خودسازی کا مہینہ ہے تہذیب نفس کا مہینہ ہے. اس ماہ میں انسان اپنے نفس کا تزکیہ کرسکتا ہے۔ اور اگر وہ پورے مہنیہ کے روزے صحیح آداب کے ساتھ بجالاتا ہے تو اسے اپنے نفس پر قابو پانے کا ملکہ حاصل ہوجائے گا اور پھر شیطان آسانی سے اسے گمراہ نہیں کرپائے گا.

جو نیکی کرنی ہے وہ اس مہینہ میں کرلیں، جو صدقات وخیرات دینا چاہتے ہیں وہ اس مہینہ میں حقدار تک پہنچائیں اس میں سستی مت کریں. مولائے کائنات امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اے انسان تیرے پاس تین ہی تو دن ہیں ایک کل کا دن جو گذر چکا اور اس پر تیرا قابو نہیں چلتا اس لئے کہ جو اس میں تو نے انجام دینا تھا دے دیا. اس کے دوبارہ آنے کی امید نہیں اور ایک آنے والے کل کا دن ہے جس کے آنے کی تیرے پاس ضمانت نہیں، ممکن ہے زندہ رہے، ممکن ہے اس دنیا سے جانا پڑ جائے، تو بس ایک ہی دن تیرے پاس رہ جاتا ہے اور وہ آج کا دن ہے جو کچھ بجالانا چاہتا ہے اس دن میں بجالا. اگر کسی غریب کی مدد کرنا ہے تو اس دن میں کرلے، اگر کسی یتیم کو کھانا کھلانا ہے تو آج کے دن میں کھلا لے، اگر کسی کو صدقہ دینا

ہے تو آج کے دن میں دے، اگر خمس نہیں نکالا تو آج ہی کے اپنا حساب کر لے، اگر کسی ماں یا بہن نے آج تک پردہ کی رعایت نہیں کی تو جناب زینب سلام اللہ علیہا کا واسطہ دے کر توبہ کر لے، اگر آج تک نماز سے بھاگتا رہا تو آج اس مبارک مہینہ میں اپنے ربّ کی بارگاہ میں سر جھکا لے خدا رحیم ہے تیری توبہ قبول کر لے گا. اس لئے کہ اس نے خود فرمایا ہے : **(ادعونی استجب لکم)**

اے میرے بندے مجھے پکار میں تیری دعا قبول کروں گا.

یہ مہینہ دعاؤں کا مہینہ ہے بخشش کا مہینہ ہے. اور پھر خود رسول مکرم اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

(انّما سمّی رمضان لانّہ یرمض الذّنوب)

رمضان المبارک کو رمضان اس لئے کہا جاتا ہے چونکہ وہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے.

آئیں مل کر دعا کریں کہ اے پالنے والے تجھے اس مقدس مہینہ کی عظمت کا واسطہ ہم سب کو اس ماہ میں اپنے اپنے نفس کی تہذیب واصلاح اور اسے اس طرح گناہوں سے پاک کرنے کی توفیق عطا فرما جس طرح تو چاہتا ہے اس لئے کہ تیری مدد کے بغیر کوئی کام ممکن نہیں ہے. آمین

احادیث کی روشنی میں ماہ رمضان کی فضیلت

رمضان المقدس کی عظمت و برتری اور فضیلت عالم اسلام کے تمام مسلمانوں پر روز روشن کی طرح ظاہر و باہر اور عیاں ہیں۔ اس مقدس ماہ کا ذکر رب مقدس میں اپنے مقدس کلام میں کیا کہ: "رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا" اور اس ماہ کی فضیلت حضور مقدس ﷺ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے بیان فرمائی۔ قرآن واحادیث میں اس ماہ کی فضیلت کثرت سے ملتی ہے یہاں پر ان احادیث کا ذکر کیا جا رہا ہے جن میں رمضان المبارک کی فضیلت موجود ہے۔ اسی طرح اس ماہ کے روزوں کی بھی بہت فضیلت ہے قرآن وحدیث میں اس کا بہت ذکر موجود ہے۔ اللہ تعالی قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے: اے ایمان والوں تم پر روزے فرض

کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ عجب نہیں کہ تم متقی بن جاؤ۔

حضرت طلیحہ بن عبید اللہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی جس کے بال الجھے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نماز، زکوٰۃ، اور رمضان کے روزوں کے بارے میں سوال کیا، آپ ﷺ نے روزے والے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا: اللہ نے ماہ رمضان کے روزے ہم پر فرض کئے۔ (بخاری شریف، حدیث ۱۷۶۴)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہے کہ قریش عہد جاہلیت میں عاشورہ کے روزے رکھا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کا حکم دیا۔ تا آنکہ جب رمضان کے روزے فرض قرار دیئے گئے تو آپ نے فرمایا: جو چاہے (عاشورہ کا) روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ (بخاری شریف، حدیث ۱۷۶۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: روزہ گناہوں کے لئے ڈھال ہے بناء بریں نہ تو فحش کام کیا جائے اور نہ جہالت کی بات، اگر کوئی شخص روزہ دار سے جھگڑے یا گالی دے تو کہہ دے میں روزہ سے ہوں۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے وہ کھانا پینا اور مرغوبات محض میرے لئے چھوڑتا ہے۔ اور مزید اللہ فرماتا ہے۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا صلہ دیتا ہوں اور ہر نیکی پر دس گنا ثواب ملتا ہے۔ (بخاری شریف، حدیث ۱۱۸۵)

سہل روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے قیامت کے دن اس دروازے سے بجز روزہ داروں کے اور کوئی داخل نہ ہو سکے گا کہا جائے گا روزہ دار کہاں ہیں وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اس دروازے سے ان کے علاوہ کوئی اور داخل نہ ہوگا جب وہ داخل ہو جائیں گے تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ اور اس میں کوئی اور داخل نہ ہو سکے گا۔ (بخاری شریف، حدیث ۱۱۸۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں ۔ (بخاری شریف، حدیث ۱۷۷۱) ایک اور روایت ہے کہ: جب ماہ رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں سے باندھ دیئے جاتے ہیں ۔ (بخاری شریف، حدیث ۱۷۷۲)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے دروغ گوئی اور جھوٹ پر عمل نہ چھوڑا تو اللہ تعالی کو اس کے کھانے پینا چھوڑنے کی چنداں ضرورت نہیں ۔ (بخاری شریف، حدیث ۱۷۷۶)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے شیطانوں اور سرکش جنوں کو بڑیاں پہنادی جاتی ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ۔ایک منادی پکارتا ہے ۔اے طالب خیر! آگے آ، اے شر کے متلاشی! رک جا، اور اللہ تعالی کئی لوگوں کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے ساری رات یونہی ہوتا رہتا ہے ۔ (ترمذی شریف، حدیث ۶۶۰)

اس ماہ کے دن ورات کی قدر کریں ۔رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

(ایھاالنّاس قد اقبل الیکم شھر اللّٰہ شھر ھو عند اللّٰہ افضل الشھور و ایّامہ افضل الایّام و لیالیہ افضل اللّیالی و ساعاتہ افضلالسّاعات)

اے لوگو! خدا کا مہینہ تمھارے پاس آیا ہے ۔وہ مہینہ جو تمام مہینوں پر فضیلت رکھتا ہے، جس کے دن بہترین دن، جس کی راتیں بہترین راتیں اور جس کی گھڑیاں سب سے بہترین گھڑیاں ہیں ۔

اور پھر اس ماہ کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: **(انفاسکم فیہ تسبیح و نومکم فیہ عبادۃ)**

اس ماہ میں تمھارا سانس لینا تسبیح اور تمھارا سونا عبادت شمار ہوتا ہے ۔اس سے بڑھکر اس ذات ذوالجلال کا اپنے بندوں پر کیا لطف وکرم ہوسکتا ہے کہ انسان کوئی عمل بھی نہیں کر رہا مگر وہ خدا اس قدر رؤوف ہے اپنے بندوں پر کہ انہیں اجر پہ اجر دیتا جا رہا ۔

جب ماہ مبارک آجائے تو سعی وکوشش کرو اس لئے کہ اس ماہ میں رزق تقسیم ہوتا ہے تقدیر لکھی جاتی ہے اور ان لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں جو حج سے شرفیاب ہونگے ۔اور اس ماہ میں ایک رات ایسی ہے کہ جس میں عمل ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے ۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقدس مہینہ کے بارے میں فرماتے ہیں: **(انّ شھر کم ھذا لیس کالشّھور ، انّہ اذا اقبل الیکم اقبل بالبرکۃ و الرّحمۃ، و اذا ادبر عنکم ادبر بغفران الذّنوب ، ھذا شھر الحسنات فیہ مضاعفۃ ، و اعمال الخیر فیہ مقبولۃ)**

یہ مہینہ عام مہینوں کے مانند نہیں ہے ۔جب یہ مہینہ آتا ہے تو برکت ورحمت لیکر آتا ہے اور جب جاتا ہے تو گناہوں کی بخشش کے ساتھ جاتا ہے، اس ماہ میں نیکیاں دو برابر ہو جاتی ہیں اور نیک اعمال قبول ہوتے ہیں ۔یعنی اسکا آنا بھی مبارک ہے اور اس کا جانا بھی مبارک بلکہ یہ مہینہ پورے کا پورا مبارک ہے لہذا اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرنے کی کوشش کریں، کوئی لمحہ ایسا نہ ہو جو ذکر خدا سے خالی ہوا ۔امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ۔

(کان علی بن الحسین علیہ السلام اذا کان شھر رمضان لم یتکلّم الاّ بالدّعا و التّسبیح والاستغفار والتکبیر)

جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو امام زین العابدین علیہ السلام کی زبان پر دعا، تسبیح، استغفار اور تکبیر کے سوا کچھ جاری نہ ہوتا ۔

وہ خدا کتنا مہربان ہے کہ اپنے بندوں کی بخشش کے لئے ملائکہ کو حکم دیتا ہے کہ اس ماہ میں شیطان کو رسیوں سے جکڑ دیں تا کہ کوئی مومن اس کے وسوسہ کا شکار ہوکر اس ماہ کی برکتوں سے محروم نہ رہ جائے لیکن اگر اسکے بعد بھی کوئی انسان اس ماہ مبارک میں گناہ کرے اور اپنے نفس پر کنٹرول نہ کر سکے تو اس سے بڑھکر کوئی بد بخت نہیں ہے ۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: **(قد وکّل اللّٰہ بکلّ شیطان مرید سبعۃ من الملائکۃ فلیس بمحلول حتّیٰ**

یںقضی شھر کم ھذا)

خداوند متعال نے ہر فریب دینے والے شیطان پر سات فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے تاکہ وہ تمہیں فریب نہ دے سکے، یہاں تک کہ ماہ مبارک ختم ہو۔

کتنا کریم ہے وہ ربّ کہ اس مہینہ کی عظمت کی خاطر اتنا کچھ اہتمام کیا جا رہا، اب اس کے بعد چاہئے تو یہ کہ کوئی مومن شیطان رجیم کے دھوکہ میں نہ آئے اور کم از کم اس ماہ میں اپنے آپ کو گناہ سے بچائے رکھے اور نافرمانی خدا سے محفوظ رہے ورنہ غضب خدا کا مستحق قرار پائے گا

.اسی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **(من ادرک شھر رمضان فلم یغفرلہ فابعدہ اللّٰہ)** جو شخص ماہ رمضان المبارک کو پائے مگر بخشا نہ جائے تو خدا اسے راندہ درگاہ کر دیتا ہے۔

اس میں کوئی ظلم بھی نہیں اس لئے کہ ایک شخص کے لئے آپ تمام امکانات فراہم کریں اور کوئی مانع بھی نہ ہو اس کے باوجود وہ آپکی امید پر پورا نہ اترے تو واضح ہے کہ آپ اس سے کیا برتاؤ کریں گے۔

اس مبارک مہینہ سے خوب فائدہ اٹھائیں اسلئے کہ نہیں معلوم کہ آئندہ سال یہ سعادت نصیب ہو یا نہ ہو؟ تاکہ جب یہ ماہ انتہاء کو پہنچے تو ہمارا کوئی گناہ باقی نہ رہ گیا ہو۔ جب رمضان المبارک کے آخری ایاّم آتے تو رسول گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے:

(اللّھمّ لاتجعلہ آخر العھد من صیامی شھر رمضان ، فان جعلتہ فاجعلنی مرحوما ولا تجعلنی محروما)

خدایا! اس ماہ رمضان کو میرے روزوں کا آخری مہینہ قرار نہ دے، پس اگر یہ میرا آخری مہینہ ہے تو مجھے اپنی رحمت سے نواز دے اور اس سے محروم نہ رکھ۔

ہم سب بھی مل کر یہی دعا کریں کہ اے پالنے والے ہمیں اگلے سال بھی اس مقدس مہینہ کی برکتیں نصیب کرنا لیکن اگر تو اپنی رضا سے ہمیں اپنے پاس بلالے تو ایسے عالم میں اس دنیا

سے جائیں کہ تو ہم راضی ہو اور ہمارے رسول ﷺ ہم سے خوشنود. آمین

روزے کا فلسفہ

یاایّھاالّذین آمنوا کتب علیکم الصّیام کما کتب علی الّذین من قبلکم لعلّکم تتّقون.

ترجمہ: اے صاحبان ایمان تمہارے اوپر روزے اسی طرح لکھ دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے والوں پر لکھے گئے تھے تاکہ شاید اس طرح تم متّقی بن جاؤ.

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ خداوند متعال نے روزے کا فلسفہ تقوٰی کو قرار دیا ہے یعنی روزہ تم پر اس لئے واجب قرار دیا تاکہ تم متقی بن سکو، پرہیزگار بن سکو. اور پھر روایات میں اسے روح ایمان کہا گیا۔ جس شخص نے ماہ رمضان میں ایک دن روزہ نہ رکھا اس سے روح ایمان نکل گئی۔

یعنی روزے کی اہمیت اور اس کے فلسفہ کا پتہ اسی فرمان سے چل جاتا ہے کہ

روزے کے واجب قرار دینے کا مقصد ایمان کو بچانا ہے اور اسی ایمان کو بچانے والی طاقت کا دوسرا نام تقوٰی ہے جسے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۳ میں روزے کا فلسفہ بیان کیا گیا۔

تو یہ تقوٰی کیا ہے جسے پروردگار عالم نے روزے کا فلسفہ اور اس کا مقصد قرار دیا ہے؟

روایات میں تقوٰی کی تعریف میں تین چیزیں بیان ہوئی ہیں:

۱۔اطاعت پروردگار ۲۔گناہوں سے اجتناب

۳۔ترک دنیا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

(علیک بتقوی اللّٰہ فانّہ راس الامر کلّہ)

تمہارے لئے تقوٰی ضروری ہے اس لئے کہ ہر کام کا سرمایہ یہی تقوٰی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسا روزہ جو انسان کو گناہوں سے نہ بچا سکے اسے بھوک و پیاس کا نام تو دیا جا سکتا ہے مگر روزہ نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ روزہ کا مقصد اور اس کا جو فلسفہ ہے اگر وہ حاصل نہ ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ جس روزہ کا حکم دیا گیا تھا ہم نے وہ نہیں رکھا، بلکہ یہ ہماری اپنی مرضی کا روزہ ہے جبکہ خدا ایسی عبادت کو پسند ہی نہیں کرتا جو انسان خدا کی اطاعت کے بجائے اپنی مرضی سے بجالائے ورنہ شیطان کو بارگاہ ربّ العزّت سے نکالے جانے کا کوئی جواز ہی رہتا چونکہ اس نے عبادت سے تو انکار نہیں کیا تھا. حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: **(قلت یا رسول اللہ ! ما افضل الاعمال فی هذا الشهر ؟ فقال یا ابا الحسن افضل الاعمال فی هذا الشّهر، الورع من محارم اللہ۔عزّ و جلّ۔.)**

امیر المؤمنین علیہ السّلام فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس مہینہ میں کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا: اے ابوالحسن! اس ماہ میں افضل ترین عمل گناہوں سے پرہیز یعنی تقوی الٰھی ہے.

نیز مولائے کائنات فرماتے ہیں:

(علیکم فی شهر رمضان بکثرة الاستغفار و الدّعا فامّا الدّعا فیدفع به عنکم البلاء و امّا الاستغفار فیمحی ذنوبکم)

ماہ رمضان میں کثرت کے ساتھ دعا اور استغفار کرو اس لئے کہ دعا تم سے بلاؤں کو دور کرتی ہے اور استغفار تمھارے گناہوں کے مٹانے کا باعث بنتا ہے.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **(من صام شهر رمضان فاجتنب فیه الحرام و البهتان رضی اللہ عنه و اوجب له الجنان)**

جو شخص ماہ رمضان کا روزہ رکھے اور حرام کاموں اور بہتان سے بچے تو خدا اس سے راضی اور اس پر جنّت کو واجب کر دیتا ہے.

اور پھر ایک دوسری روایت میں فرمایا: **(انّ الجنّة مشتاقة الی اربعة نفر: ۱۔ الی مطعم الجیعان. ۲۔ و حافظ اللّسان. ۳۔ و تالی القرآن. ٤۔ وصائم شهر رمضان)۔**

جنّت چار لوگوں کی مشتاق ہے:

۱۔ کسی بھوکے کو کھانا کھلانے والے

۲۔ اپنی زبان کی حفاظت کرنے والے

۳۔ قرآن کی تلاوت کرنے والے

٤۔ ماہ رمضان میں روزہ رکھنے والے

روزے کا فلسفہ یہی ہے کہ انسان حرام کاموں سے بچے اور کمال حقیقی کی راہوں کو طے کر سکے. رسول گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

(شهر رمضان شهر فرض اللہ۔عزّ و جلّ۔علیکم صیامه، فمن صامه ایمانا و احتسابا، خرج من ذنوبه کیوم ولدته امّه)

ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں خداوند متعال نے تم پر روزے واجب قرار دیئے ہیں پس جو شخص ایمان اور احتساب کی خاطر روزہ رکھے تو وہ اسی طرح گناہوں سے پاک ہو جائے گا جس طرح ولادت کے دن پاک تھا.

ویسے بھی گناہ سے اپنے آپ کو بچانا اور حرام کاموں سے دور رہنا مومن کی صفت ہے اس لئے کہ گناہ خود ایک آگ ہے جو انسان کے دامن کو لگی ہوئی ہو اور خدا نہ کرے اگر کسی کے دامن کو آگ لگ جائے تو وہ کبھی سکون سے نہیں بیٹھتا جب تک اسے بجھا نہ لے اسی طرح عقل مند انسان وہی ہے جو گناہ کے بعد پشیمان ہو اور پھر سچی توبہ کر لے اس لئے کہ معصوم تو ہم میں سے کوئی نہیں ہے لہذا اگر خدا نہ کرے غلطی سے کوئی گناہ کر بیٹھے تو فوراً اس کی بارگاہ میں آ کر جھکیں، یہ مہینہ توبہ کے لئے ایک بہترین موقع ہے کیونکہ اس میں ہر دعا قبول ہوتی ہے.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: **(من صام شهر رمضان فحفظ فیه نفسه من المحارم دخل الجنّة)**

جو شخص ماہ مبارک میں روزہ رکھے اور اپنے نفس کو حرام چیزوں سے محفوظ رکھے، جنّت میں داخل

ہوگا۔

امام صادق رضی اللہ عنہ روزہ کا ایک اور فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(انّما فرض اللہ عزّ و جلّ الصّیام لیستوی بہ الغنیّ و الفقیر و ذٰلک انّ الغنیّ لم یکن لیجد مسّ الجوع فیرحم الفقیر لانّ الغنیّ کلّما اراد شیئا قدر علیه ، فاراد اللہ عزّ و جلّ ان یسّوی بین خلقه ، و ان یذیق الغنیّ مسّ الجوع و الالم لیرقّ علی الضّعیف فیرحم الجائع)

خداوندمتعال نے روزے اس لئے واجب قرار دیئے تاکہ غنی وفقیر برابر ہوسکیں۔اور چونکہ غنی بھوک کا احساس نہیں کرسکتا جب تک کہ غریب پر رحم نہ کرے اس لئے کہ وہ جب کوئی چیز چاہتا ہے اسے مل جاتی ہے۔لہذا خدا نے یہ ارادہ کیا کہ اپنی مخلوق کے درمیان مساوات برقرار کرے اور وہ اس طرح کہ غنی بھوک و درد کی لذت لے تاکہ اسکے دل میں غریب کے لئے نرمی پیدا ہو اور بھوکے پر رحم کرے۔

یہ ہے روزے کا فلسفہ کہ انسان بھوک تحمل کرے تاکہ اسے دوسروں کی بھوک و پیاس کا احساس ہو لیکن افسوس ہے کہ آج تو یہ عبادت بھی سیاسی صورت اختیار کرگئی ہے بڑی بڑی افطار پارٹیاں دی جاتی ہیں جن میں غریبوں کی حوصلہ افزائی کے بجائے ان کے بھوکے بچوں اور انہیں مزید اذیت دی جاتی ہے نہ جانے یہ کیسی اہل بیت علیہم السلام اور اپنے نبی ﷺ کی پیروی ہو رہی اس لئے کہ دین کے ہادی تو یہ بتا رہے ہے کہ اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ غریبوں اور فقیروں کی مدد کرو جبکہ ہم علاقہ کے ایم این اے اور ایم پی اے یا پیسے والے لوگوں کو دعوت کر رہے اور باقاعدہ کارڈ کیے ذریعہ سے کہ جن میں سے اکثر روزہ رکھتے ہی نہیں۔

روزہ افطار کروانے کا بہت بڑا ثواب ہے لیکن کس کو؟ روزہ دار اور غریب لوگوں کو۔

ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ آپ ان لوگوں کو افطار نہ کروائیں ان کو بھی کروایئں لیکن خدارا غریبوں کا خیال رکھیں جن کا یہ حق ہے۔خداوندمتعال ہمیں روزے کے فلسفہ اور اس کے مقصد سے آگاہ

ہونے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔اور اس بابرکت مہینہ میں غریبوں کی مدد کرنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔آمین یا ربّ العالمین

رمضان المبارک اسلامی تقویم (کیلنڈر) میں وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم نازل فرمایا۔ رمضان المبارک کی ہی ایک بابرکت شب آسمانِ دنیا پر پورے قرآن کا نزول ہوا لہٰذا اس رات کو اللہ رب العزت نے تمام راتوں پر فضیلت عطا فرمائی اور اسے شبِ قدر قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ o

القدر، 3:97

’’شبِ قدر (فضیلت و برکت اور اَجر و ثواب میں) ہزار مہینوں سے بہتر ہے o‘‘

رمضان المبارک کی فضیلت وعظمت اور فیوض و برکات کے باب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

1۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ.

بخاری، الصحیح، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده، 3:1194، رقم:3103

’’جب ماہ رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو پابہ زنجیر کر دیا جاتا ہے۔‘‘

رمضان المبارک کے روزوں کو جو امتیازی شرف اور فضیلت حاصل ہے اس کا اندازہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث مبارک سے لگایا جا سکتا ہے۔

2۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّإِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

بخاری، الصحیح، کتاب الصلاۃ التراویح، باب فضل لیلۃ القدر، 2:709، رقم:1910

''جو شخص بحالتِ ایمان ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھتا ہے اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔''

رمضان المبارک کی ایک ایک ساعت اس قدر برکتوں اور سعادتوں کی حامل ہے کہ باقی گیارہ ماہ مل کر بھی اس کی برابری وہم سری نہیں کر سکتے۔

3۔ قیامِ رمضان کی فضیلت سے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ، إِيْمَاناً وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب تطوع قیام رمضان من الایمان، 1:22، رقم:37

''جس نے رمضان میں بحالتِ ایمان ثواب کی نیت سے قیام کیا تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے گئے۔''

ماہ رمضان کی اہمیت:

قال رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم:لو یعلم العبد ما فی رمضان لود ان یکون رمضان السنة

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر بندہ » خدا « کو معلوم ہوتا کہ رمضان کا مہینہ کیا ہے، (اور یہ کن برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ ہے) وہ چاہتا کہ پورا سال ہی روزہ رمضان ہوتا۔

رمضان رحمت کا مہینہ:

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله و سلمو هو شهر اوله رحمة و اوسطه مغفرة و اخره عتق من النار.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رمضان وہ مہینہ ہے جس کا آغاز رحمت، درمیانے ایام مغفرت اور انتہا دوزخ کی آگ سے آزادی ہے۔

من قرا فی شهر رمضان اية من كتاب الله كان كمن ختم القران فی غیره من الشهور.

جو شخص رمضان کے مہینے مین قرآن کی ایک آیت کی تلاوت کرے گویا اس نے دوسرے مہینوں میں پورے قرآن کی تلاوت کی ہے۔

روزہ کی اہمیت:

قال رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم: الصوم فی الحَرِّ جهاد

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گرمی میں روزہ رکھنا جہاد ہے۔

مؤمنوں کی بہار:

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله و سلم: الشتاء ربیع المومن یطول فیه لیلهه فیستعین به علی قیامه و یقصر فیه نهاره فیستعین به علی صیامه.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سردیوں کا موسم مؤمن کی بہار ہے جس کی طویل راتوں سے وہ عبادت کے لئے استفادہ کرتا ہے اور اس کے چھوٹے دنوں مین روزے رکھتا ہے۔

روزہ بدن کی زکوۃ:

قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم :لكل شیئی زكاة و زكاة الابدان الصیام.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کے لئے زکواۃ ہے اور بدن کی زکاۃ روزہ ہے۔

روزہ آتش دوزخ کی ڈھال:

قال رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم: الصوم جنة من النار.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روزہ جہنم کی آگ کے مقابلے میں ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے۔ » یعنی روزہ رکھنے کے واسطے سے انسان آتش جہنم سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

روزے کی جزا:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله و سلم: قال اللّٰہ تعالی الصوم لی و انا اجزی به

رسول خدا نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: روزہ میرے لئے ہے (اور میرا ہے) اور اس کی جزا میں ہی دیتا ہوں

خوش بخت صائمین:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله و سلم: طوبی لمن ظما او جاع لله اولئك الذین یشبعون یوم القیامة

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خوش بخت ہیں وہ لوگ جو خدا کے لئے بھوکے اور پیاسے ہوئے ہیں یہ لوگ قیامت کی روز سیر وسیراب ہونگے۔

طعام وشرابِ جنت نوش کرنے والے:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله و سلم: من منعه الصوم من طعام یشتهیه کان حقا علی اللّٰہ ان یطعمه من طعام الجنة و یسقیه من شرابها.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو روزہ اس کی مطلوبہ غذاؤں سے منع کر کے رکھے خدا کی ذمہ داری ہے کہ اس کو جنت کی غذائیں کھلائے اور انہیں جنتی شراب پلادے۔

جنت اور روزہ داروں کا دروازہ:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله و سلم: ان للجنة بابا یدعی الریان لا یدخل منه الا الصائمون.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے اور اس دروازے سے صرف روزہ دار ہی داخل ہونگے۔

ماہ رمضان کی فضیلت:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله و سلم: ان ابواب السماء تفتح فی اول لیلة من شهر رمضان و لا تغلق الی اخر لیلة منه

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود: آسمان کے دروازے ماہ رمضان کے پہلی رات کو کھلتے ہیں اور آخری رات تک بند نہیں ہوتے۔

شب قدر کا احیاء:

عن فضیل بن یسار قال: کان ابو جعفر علیه السلام اذا کان لیلة احدی و عشرین و لیلة ثلاث و عشرین اخذ فی الدعاء حتی یزول اللیل فاذا زال اللیل صلی.

فضیل بن یسار کہتے ہیں: امام باقر (علیہ السلام) ماہ رمضان کے اکیسویں اور تئیسویں کی راتوں کو دعا اور عبادت میں مصروف ہوجایا کرتے تھے حتی کہ صبح ہوجاتی اور جب رات گزرجاتی نماز فجر ادا فرمایا کرتے۔

رمضان کا استقبال کیسے کریں؟

چند دنوں کے بعد ہمارے سروں پر نہایت عظیم الشان مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، جس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، سرکش شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں، نیکیوں کا اجر وثواب بڑھا دیا جاتا ہے، جس کی ہر رات اعلان ہوتا ہے "اے خیر کے متلاشی! آگے بڑھ اور اے شر کے طلبگار! پیچھے ہٹ"۔ جس کی ایک رات ہزار مہینوں سے افضل ہے، جو اس کے خیر سے محروم رہا وہ واقعی محروم ہے۔ روزہ، تلاوت قرآن، صدقات وخیرات، قیام اور دعا واستغفار پر مشتمل نیکیوں کے اس موسم بہار کی آمد آمد ہے۔

جب ہمارے گھروں میں کسی ہر دلعزیز مہمان کی آمد ہوتی ہے تو اپنے گھروں کو سجاتے

ہیں،اس کی زینت وزیبائش کرتے ہیں، چہرے پر خوشیاں مچل رہی ہوتی ہیں،دل باغ باغ ہوتاہے اورمہمان کے لیے اپنی آنکھیں فرش راہ کیے ہوتے ہیں ۔کیارمضان کی آمد پر ہم اپنے دل میں یہ کیفیت پا رہے ہیں؟.......

اللہ والے رمضان المبارک کا چھ مہینہ پہلے سے انتظار کرتے تھے،مشہور تابعی معلیٰ بن فضل رمضان المبارک کے بارے میں صحابہ کرام کے اشتیاق کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ چھ ماہ پہلے سے یہ دعا کرتے تھے کہ”اے اللہ!ہمیں ماہِ رمضان کی سعادت نصیب فرما“۔ پھر جب رمضان کا مہینہ گذر جاتا تو بقیہ چھ ماہ دعا کرتے”اے اللہ!جن اعمال کی تو نے توفیق دی وہ قبول بھی فرمالے“۔

کتنے لوگ جو گذشتہ سال ہمارے ساتھ روزے میں شریک تھے آج قبر میں مدفون ہیں، کتنے چہرے جنہیں ہم نے گذشتہ سال رمضان میں صحیح سلامت دیکھا تھا' آج بسترِ مرگ پر پڑے موت وحیات کے بیچ ہچکولے کھا رہے ہیں ۔کیا خبر کہ آنے والا رمضان ہماری زندگی کا آخری رمضان ہو،اس لیے آنے والے مہینے کا خیر وخوبی سے استقبال کریں،ہمارے اوپر طلوع ہونے والا رمضان کا چاند خیر وبرکت کا چاند ہو،اسے دیکھ کر ہمارا دل جذبہ اشتیاق سے امڈ آئے، ہماری زبان گویا ہو: **اللھم ا ھله علینا بالا من والایمان والسلامة والاسلام ربی وربک اللہ** ”اے اللہ!تو یہ چاند ہم پر امن وایمان اور سلامتی واسلام کے ساتھ طلوع کرنا،اے چاند میرا اور تیرا رب اللہ ہے“۔

☆ماہ مبارک کی آمد سے پہلے اس کے مقام،اس کی عظمت،اس کی فضیلت،اس کے مقصد اوراس کے پیغام کو اپنے ذہن میں تازہ کریں تاکہ اس کی برکات سے بھرپور فائدہ اٹھاسکیں اوراس بات کا پختہ ارادہ کریں کہ ہم اس ماہ مبارک میں اپنے اندر تقوی کی صفت پیدا کرنے کی کوشش کریں گے جو روزہ کا ماحصل ہے۔

☆ان معمولات کی تحدید کرلیں جو حقوق اللہ سے متعلق ہیں،ان معمولات کی بھی تحدید کرلیں جو

حقوق العباد سے متعلق ہیں، پھر ان معمولات کی بھی فہرست بنالیں جنہیں رمضان المبارک میں ادا کرنے ہیں، اگر آپ کے ساتھ ڈیوٹی کے تقاضے ہیں اورعبادت کے لیے خود کو بالکلیہ فارغ نہیں کرسکتے تو پھر یہ دیکھیں کہ کن کن کاموں کو رمضان کی خاطر چھوڑ سکتے ہیں اور کن کن مصروفیات کو موخر کرسکتے ہیں۔

☆اس ماہ مبارک میں ہم اپنی زندگی،صحت اور جوانی میں فرصت کو غنیمت جانیں،اپنے سارے گناہوں سے سچی توبہ کریں،واجبات ومستحبات کی ادائیگی اور منہیات ومکروہات سے اجتناب کرنے کا خود کو عادی بنائیں۔

☆ پنجوقتہ نمازوں بالخصوص نمازِ فجر کی باجماعت ادائیگی کو اپنے اوپر لازم کرلیں۔جن پر زکاۃ اورحج فرض ہے اوراس کی ادائیگی میں غفلت برت رہے ہیں،وہ یہ فیصلہ کریں کہ پہلی فرصت میں حج ادا کریں گے اوراللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے غریبوں اور مسکینوں کا حق ادا کریں گے۔

☆جولوگ محرمات کا ارتکاب کرکے اللہ کی غیرت کو چیلنج کررہے ہیں،بدکاری،شراب نوشی،ناجائز کاروبار،سودی لین دین جیسے جرائم میں ملوث ہیں وہ توبہ کرکے عزم کریں کہ وہ ان جرائم سے بالکل دور ہوجائیں گےاور پھر عمر بھر ان کے قریب نہ ہوں گے۔

☆قرآن کریم کی تلاوت کا ایک چارٹ بنائیں،ہرفرض نماز کے بعد چند آیات کی تلاوت مع ترجمہ کا معمول بنالیں کہ آنے والا مہینہ قرآن کا مہینہ ہے جس کے لیے ابھی سے تیاری کرنی ہے۔

☆معتبر کتابوں اور کیسٹس کی مدد سے روزہ کے احکام ومسائل کی جانکاری حاصل کرلیں۔

☆معاشرتی روابط اور حقوق پر خاص طور سے دھیان دیں،کسی کا کوئی قرض یا دعوی ہے تو اسے فوراً چکادیں اور معاملے کا تصفیہ کرلیں،بروز قیامت وہ شخص بڑا بدنصیب اور مفلس ہوگا جو نماز روزے اورزکاۃ کے ساتھ آئے گا لیکن اس کے اوپر لوگوں کی طرف سے دعووں کا ایک انبار ہوگا،کسی کو مارا ہوگا،کسی کو گالی دی ہوگی،کسی کی بے عزتی کی ہوگی،لہذا اس کی ایک ایک نیکیاں لے لے کر

دعویداروں کو دے دی جائیں گی، جب اس کی نیکیاں ختم ہوجائیں گی اور دعویدار باقی رہ جائیں گے تو دعویداروں کے گناہ ان کے سروں پر تھوپ دیئے جائیں گے پھر انہیں جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

اس لیے رمضان کی آمد سے قبل معاشرتی روابط کو مستحکم کرلیں، اور یہ عزم مصمم کرلیں کہ آپ اپنی زبان کی حفاظت کریں گے، گالی گلوچ، بدکلامی اور چغل خوری سے دور رہیں گے، نیکی اور بھلائی کے کاموں میں پیش پیش رہیں گے اور کسی انسان کو ایذا نہ پہنچائیں گے۔

☆ رات کے سہہ پہر میں قیام اللیل کی عادت ڈالیں، کیونکہ یہ رات کا وہ حصہ ہے جس میں اللہ تعالی سمائے دنیا پر (اپنے شایانِ شان) نزول فرما کر اعلان کرتے ہیں: "ہے کوئی دعا کرنے والا کہ ہم اس کی دعا قبول کریں، ہے کوئی سوال کرنے والا کہ ہم اس کے سوال کو پورا کریں، ہے کوئی اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے والا کہ ہم اس کے گناہوں کو معاف کر دیں۔" (بخاری ومسلم)۔

واقعہ یہ ہے کہ شب دیجور میں اللہ کے خوف سے آنسوؤں کا ٹپکنا اور بدن پر لرزہ طاری ہوجانا ایک طرف خوشنودی رب کا بہترین ذریعہ ہے تو دوسری طرف کمال شخصیت کا راز بھی ہے، آہ سحر گاہی کے بغیر نہ کبھی شخصیتیں بنی ہیں نہ بنیں گی، علامہ اقبال نے کہا تھا

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

☆ اس ماہ مبارک میں اپنے سلوک اور کردار پر دھیان دیں، اپنے آپ کو حسن اخلاق کا پیکر بنائیں، رذائل اخلاق سے دوری اختیار کریں، اخلاق وآداب پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ کریں اور اچھے اخلاق کے حامل لوگوں کے پاس بیٹھ کر ان کی خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

☆ اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا عادی بنائیں کہ رمضان مواسات وغم خواری کا مہینہ

ہے، ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم یوں بھی سخی تھے تاہم رمضان المبارک میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی اور فیاض بن جاتے تھے۔ اس لیے اللہ پاک نے جس قدر بھی دے رکھا ہے اس میں سے غرباء ومساکین کے لیے ضرور نکالیں، اور حسب استطاعت روزہ داروں کو افطار بھی کرائیں کہ اس کا اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا خود روزہ رکھنے کا (ترمذی)۔

☆ اس ماہ مبارک میں دعوت الی اللہ کے لیے خود کو تیار کریں، اس مقصد کے لیے ممکنہ وسائل کو کام میں لائیں، کیونکہ اس ماہ مبارک میں انسانی طبیعت میں فطری طور پر قبول حق کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، جن غیر مسلموں سے آپ متعارف ہیں کم ازکم ان تک اسلام کا پیغام ضرور پہنچائیں، انہیں تعارف اسلام پر مبنی دعوتی لٹریچر لا کر دیں، اور اپنے بھائیوں اور نیز اہل خانہ کی اصلاح اور ان کی روحانی تربیت کی طرف پوری توجہ مبذول کریں۔

اور یہ جذبہ پیدا کرنے کے لیے بہت مفید ہوگا کہ رمضان کی آمد سے پہلے ایک دن تنہائی میں یکسوئی کے ساتھ بیٹھ کر اپنے نفس کا محاسبہ کریں، کہ ہم نے سال بھر کیا کھویا اور کیا پایا، اس دن کو یاد کریں جس دن اچانک موت کا فرشتہ بے دردی کے ساتھ روح نکال لے گا، لوگ غسل دیں گے، کفن پہنائیں گے، تنگ وتاریک گھروندے میں اتار دیں گے، منوں مٹی تلے دبا دیں گے، وہاں دردناک اژدہے نکلیں گے، وہاں جہنم کی دہکتی ہوئی آگ ہوگی، لاکھ چلائیں، آہیں بھریں، رحمت کے طلبگار ہوں لیکن کوئی سننے والا نہ ہوگا۔ یہ احساس خود میں پیدا کر کے روئیں، گڑگڑائیں، پھر نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ اپنے رب کی مرضیات کے لیے کمر کس لیں اور اللہ تعالی سے دعا بھی کریں کہ وہ ہمیں برکات رمضان کو سمیٹنے کی توفیق دے۔

☆ رمضان کے فیوض وبرکات سے خاطر خواہ مستفید ہونے کے لیے چوبیس گھنٹے کے اوقات کا ایک چارٹ بنالیں تاکہ زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کی عبادت میں صرف ہو اور اسے پورے نظم وضبط اور پابندی سے بجالانے کی کوشش کریں۔ ذیل کے سطور میں ایک مختصر چارٹ پیش خدمت ہے:

تکبیرات احرام کی محافظت۔(150 بار)

دلیل:" جس نے تکبیر اولی کے ساتھ چالیس دن تک باجماعت نماز ادا کی اس کے لیے دو براءت لکھ دی جاتی ہے، جہنم سے براءت اور نفاق سے براءت"(ترمذی)

ختم قرآن کریم (کم از کم دو مرتبہ)

دلیل:" قرآن پڑھا کرو کہ یہ اپنے پڑھنے والے کے لیے بروز قیامت سفارش بن کر آئے گا"۔ (مسلم)

نماز تراویح کی محافظت(29 دن)

دلیل:" جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کیا اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں"۔(بخاری ومسلم)

صلہ رحمی کا اہتمام، رشتے داروں کی زیارت اور ان سے رابطہ(کم از کم ہفتہ میں ایک دن)

دلیل:" رحم عرش سے لٹکا ہوا ہے، اور کہتا ہے: جس نے مجھے ملایا اللہ اسے ملائے اور جس نے مجھے کاٹا اللہ اسے کاٹے"۔(مسلم)

صدقات وخیرات(کم از کم ہفتہ میں ایک بار)

دلیل:"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سخی اور فیاض تھے اور رمضان میں آپ کی سخاوت وفیاضی مزید بڑھ جاتی تھی" (بخاری)

روزے دار کو افطار کرانا(روزانہ)

دلیل:" جس نے روزے دار کو افطار کرایا اسے روزے دار کے برابر ثواب ملتا ہے اور روزے دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی"۔(ترمذی)

جنازے کی نماز میں شرکت(کم از کم ایک بار)

دلیل:" جو شخص کسی جنازے پر نماز پڑھے اسکو ایک قیراط ملے گا، اور جو اس کے پیچھے جائے، یہاں تک کہ اس کی تدفین مکمل ہو جائے تو اسکو دو قیراط ملیں گے جن میں سے ایک قیراط احد پہاڑ

کے برابر ہوگا"(ترمذی)

عمرہ کی ادائیگی(ایک بار)

دلیل:" رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے یا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے"(بخاری)

دینی کتابوں کا مطالعہ(روزانہ آدھا گھنٹہ)

دعوت وتبلیغ اسلام اور عشق رسول ﷺ کے کام میں شرکت اور کم از کم ایک شخص کی ہدایت کی فکرمندی۔اور مساجد کے دروس میں پابندی سے شرکت مع دوست واحباب۔

دلیل:"اگر اللہ تعالی تیرے ذریعہ ایک شخص کو راہِ راست پر لادے تو تمہارے لیے(عرب کے)سرخ اونٹ سے بہتر ہے"۔(مسلم)

نماز فجر کے بعد مسجد میں اعتکاف اور طلوع آفتاب کے بعد دو رکعت کی ادائیگی (کم از کم چار بار)

دلیل:" جس شخص نے نماز فجر باجماعت ادا کی، پھر اپنی جگہ بیٹھا ذکر میں لگا رہا، یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو گیا، پھر دو رکعت نماز پڑھی تو اسے ایک حج اور ایک عمرہ کا مکمل ثواب ملتا ہے"۔(ترمذی)

نماز وتر کی محافظت(30 بار)

دلیل: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سونے سے قبل وتر پڑھ لینے کی وصیت کی"(ترمذی)

پنجوقتہ نمازوں کے بعد ذکر کا اہتمام(150 بار)

دلیل: اللہ تعالی نے فرمایا:" بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں ان (سب)کے لیے اللہ تعالی نے (وسیع) مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے"۔ (احزاب 35)

روزانہ دعا کا اہتمام(30 بار)

دلیل: اللہ تعالی نے فرمایا:" مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا"(سورہ المومن 60)

زکاۃ کی ادائیگی (ایک بار)

دلیل:"اور نماز کو قائم کرو، اور زکاۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو"۔(سورہ البقرۃ 43)

شب بیداری (9 راتیں)

دلیل:"جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کیا اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں" (بخاری و مسلم)

عشرہ اواخر میں اعتکاف (10 دن)

دلیل:"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے عشرہ اواخر کا اعتکاف کیا کرتے تھے" ۔(بخاری)

شب قدر کی تلاش (5 راتیں)

دلیل:"رمضان کے عشرہ اواخر کی طاق راتوں میں شب قدر تلاش کرو"۔(بخاری)

زکاۃ الفطر کی ادائیگی (ایک بار)

دلیل: ابن عمر کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زکاۃ الفطر فرض کیا......(بخاری و مسلم)

احکام ومسائل رمضان

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے، اس ماہ مبارک کے فیوض و برکات سے کما حقہ استفادہ کرنے کے لیے رمضان المبارک کے فضائل و مسائل کی جانکاری نہایت ناگزیر ہے، اسی اہمیت کے پیش نظر رمضان اور روزے کے متعلقہ احکام و مسائل پر مشتمل یہ باب پیش خدمت ہے:

فضائل رمضان المبارک

رمضان المبارک کے بے شمار فضائل ہیں:

اسی ماہ مبارک میں قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل کیا گیا۔ رب العالمین

کا فرمان ہے:

"رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو لوگوں کے لیے باعث ہدایت اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے"۔(البقرۃ:185)

اسی ماہ مبارک میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردئے

فرضیت روزہ

اس ماہ مبارک کے روزے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر شعبان ۲ھ میں فرض کئے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:"اے اے مان والو! تم پر بھی روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہےں جےسا کہ تم سے اگلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقوی حاصل کرسکو"۔(البقرۃ 183:)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ ۱۔گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور بے شک حضرت محمد االلہ کے رسول ہیں۔ ۲۔نماز قائم کرنا ۳۔زکاۃ ادا کرنا۔ ۴۔رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ ۵۔بیت اللہ کا حج کرنا۔"(متفق علیہ)

اور ساری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روزے کی فرضیت کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

روزہ کن پر فرض ہے؟

روزہ کی فرضیت کے لیے پانچ شرائط ہیں، اگر ان میں کوئی ایک نہ پائی جائے تو روزہ فرض نہیں ہے۔

اسلام: مسلمان پر روزہ فرض ہے غیر مسلم پر فرض نہیں، اگر کوئی غیر مسلم روزہ بھی رکھ لے، جیسا کہ برصغیر ہند و پاک میں کچھ غیر مسلم بھی ماہ رمضان کے احترام میں روزہ رکھتے ہیں، انہیں روزے کا

ثواب نہیں ملے گا۔

عقل: عاقل اور صاحب ہوش وحواس شخص پر روزہ فرض ہے، مجنون، دیوانہ، پاگل، بے ہوش وحواس شخص پر روزہ فرض نہیں ہے۔

بلوغت: لڑکا ہو یا لڑکی، بالغ ہونے سے پہلے اس پر روزہ فرض نہیں ہے۔لیکن بچوں کو عادت ڈالنے کے لیے روزہ رکھوانا چاہئے۔

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”ہم خود روزہ رکھتیں اور اپنے چھوٹے بچوں تک کو روزہ رکھواتی تھیں۔“(بخاری) جب وہ بھوک سے رونے لگتے تو ان کا دل بہلانے کے لیے ان کے سامنے روئی سے بنے ہوئے کھلونے ڈال دیتیں، یہاں تک کہ افطار کا وقت ہوجاتا (مسلم) حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک ایسا شخص لایا گیا جس نے رمضان المبارک میں شراب نوشی کی تھی، آپ نے اس پر حد جاری کی اور فرمایا: تجھ پر افسوس! تو نے اس مقدس ومبارک مہینے کے دن میں شراب پی رکھی ہے جب کہ میرے گھر کا ایک ایک بچہ بچہ روزہ رکھے ہوئے ہے۔

اس لیے والدین کو چاہئے کہ وہ بچوں کو ترغیب دلائیں تا کہ وہ روزہ کے عادی بن جائیں۔بچوں کے روزوں کا ثواب والدین کو ملے گا۔

صحت اور قدرت: انسان کے جسم میں اس قدر قوت ہو کہ وہ بھوک و پیاس کو برداشت کرے۔اگر کوئی شخص بیمار، یا کمزور ہونے کی وجہ سے اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ روزہ رکھے، تو ایسے شخص پر روزہ فرض نہیں ہے۔

اقامت: آدمی مقیم ہو، مقیم پر روزے فرض ہیں، حالت سفر میں روزہ فرض نہیں ہے، اگر کوئی شخص رکھنا چاہے تو جائز ہے۔

جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

جان بوجھ کر کھانے پینے سے: اگر کوئی شخص بھول کر کھالے یا پی لے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ رسول اکرم ا کا فرمان ہے: ”جس نے حالت روزہ میں بھول کر کچھ کھا پی لیا تو اسے چاہئے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے، کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے ہی کھلایا اور پلایا ہے۔“ (متفق علیہ)

عمداً قئے کرنے سے: اگر کسی شخص کو خود بخود قئے آگئی تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔فرمان رسول ا ہے: ”جس نے قئے کی اسے اس روزہ کی قضا دینی ہوگی، جسے خود بخود قئے آگئی اس پر کوئی قضا نہیں ہے۔“(ترمذی)

عورت کے لیے حیض یا نفاس کا آجانا: چاہے غروب آفتاب سے چند لمحوں پہلے ہی کیوں نہ ہو۔

دن میں بیوی سے ہم بستری کرلینا: بیوی سے ہم بستری کرنے سے نہ صرف روزہ ٹوٹ جاتا ہے بلکہ کفارہ بھی لازم آجاتا ہے اور وہ یہ ہے:

۱) غلام آزاد کرنا۔ (یہ دور تو گذر چکا ہے)

۲) ساٹھ دن کے مسلسل روزے رکھنا، اس طرح کہ اگر درمیان میں ایک بھی رہ جائے تو پھر شروع سے ساٹھ روزے رکھے جائیں۔اگر کوئی شخص اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو پھر وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرے۔

اس طرح کا ایک واقعہ رسول اکرم ا کے زمانہ مبارک میں پیش آیا کہ ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر کر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں تو برباد ہوگیا۔ آپ ا نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کس چیز نے برباد کیا؟ اس نے کہا: میں نے حالت رمضان میں حالت روزہ میں اپنی بیوی سے قربت کرلی۔ آپ ا نے اس سے پوچھا: کیا تم ایک غلام آزاد کرسکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر سوال کیا: کیا مسلسل چھ ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ پھر فرمایا: کیا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانے کی استطاعت ہے؟ اس نے کہا: اس کی بھی استطاعت نہیں ہے۔ آپ ا نے فرمایا: تم کچھ دیر بیٹھو۔ اتنے میں ایک صحابی کھجوروں سے بھری ہوئی ٹوکری لے کر آئے، آپ ا نے اس شخص کو یاد فرمایا، جب وہ حاضر ہوا تو آپ ا نے وہ کھجور سے بھری ہوئی ٹوکری اسے

دیتے ہوئے فرمایا: جاؤتم ان کھجوروں کو اپنی جانب سے صدقہ کردو۔اس شخص نے کہا:" یارسول اللہ! مدینے کے ان دونوں ٹیلوں کے درمیان مجھ سے بڑا محتاج اور کوئی نہیں ہے"۔آپ ہنس پڑے اور فرمایا:" جاؤ، انہیں خود کھاؤ اور بچوں کو کھلاؤ، یہی تمہاری جانب سے صدقہ ہے"۔(بخاری)

حالت بیداری میں اپنے قصدوارادے اورشہوت سے مادہ منویہ خارج کرنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔اگرکسی شخص سے اس کے قصدوارادے اورشہوت کے بغیر منی خارج ہوجاتی ہے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

بے ہوشی طاری ہونے سے۔

روزہ کی نیت ختم کردینے سے،اس لیے کہ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے(بخاری)

جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

مسواک،ٹوتھ پیسٹ اور برش کا استعمال۔فرمان نبوی ہے:" مسواک کرنے سے منہ صاف ہوتا ہے اوررب خوش ہوتا ہے"۔(نسائی)

جنبی ہوکرسحری کھانا۔بحالت جنابت اگرکسی شخص کی آنکھ دیر سے کھلی، اگروہ غسل کرنے لگا تو خدشہ ہے کہ سحری کا وقت نکل جائے گا تو وضوکر کے سحری کھالے اور پھرغسل کرے۔

بحالت روزہ احتلام ہوجانا۔اگراس طرح کے حالات واقع ہوجائیں توفوراً غسل کرلیا جائے۔

غسل کرنا،نہانا۔

خوشبولگانا

سرمیں تیل ڈالنا۔

آنکھ میں سرمہ لگانا۔

آنکھ یاناک میں دواڈالنا۔

بعض علماء کے نزدیک منہ میں بخاخ(سپرے) کا استعمال کرنا۔

بلڈٹیسٹ کے لیے خون دینا۔

دانت اکھاڑنا (بشرطیکہ خون منہ کے اندر نہ جائے)

ہانڈی چکھنا (بشرطیکہ اس کے ذرات حلق کے اندر نہ جائیں)

ناک منہ یادانت وغیرہ سے خون کا نکلنا۔

جن امور سے احتیاط کرنا چاہیئے۔

جھوٹ۔و غیبت۔و فحش لٹریچر کا مطالعہ۔و ٹی وی پر فحش پروگرام دیکھنا۔وفلمی گانے گانا اور سننا و بیوی کے ساتھ لیٹنا۔وتاش اور شطرنج وغیرہ کھیلنا۔وملازمین پر سختی کرنا۔وغیرہ ان سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا لیکن روزے کے اجروثواب میں کمی ضرور واقع ہوجاتی ہے۔

جن لوگوں کے لیے رخصت ہے۔

بیمار۔ومسافر۔و حاملہ۔ومرضعہ(دودھ پلانے والی)یہ تمام آئندہ سال رمضان تک اپنے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کریں گے۔

شیخ فانی۔بوڑھے شخص اور بیمار کے شفا یاب ہونے کی امید نہیں تو ان کی جانب سے فدیہ دینا پڑے گا اور وہ یہ کہ ایک ساتھ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے، یاہر روزے کے بدلے کسی مسکین کو صبح اورشام دووقت کا کھانا کھلایا جائے۔

فضائل روزہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:" آدمی کے ہر نیک عمل کا ثواب کئی گنا زیادہ کردیا جاتا ہے،ایک نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھادی جاتی ہے سوائے روزے کے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔کہ یہ خالص میرے لیے ہے اور مجھے ہی معلوم ہے کہ اس کا کتنا اجروثواب عطا کروں گا"۔(متفق علیہ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" جنت کے

آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازے کا نام ریان ہے جس سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔" (متفق علیہ)

روزہ گناہوں سے بچنے کے لئے ڈھال ہے ، اس سے انسان شہوانی خیالات اور گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ ہوجاتا ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے نوجوانوں کی جماعت : جو شخص شادی کرنے کی استطاعت رکھتا ہے اسے چاہیے کہ شادی کرلے کیونکہ شادی سے نگاہ نیچی رہتی ہے اور شرم گاہ محفوظ ہوجاتی ہے۔اور جس میں شادی کرنے کی استطاعت نہ ہو اسے چاہیے کہ وہ روزہ رکھے۔روزے اس کے لئے گناہوں کے مقابلے میں ڈھال ہیں۔" (متفق علیہ)

روزہ قیامت کے دن روزہ دار کے حق میں اللہ تعالیٰ سے سفارش کرے گا۔حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"روزہ اور قرآن قیامت کے دن انسان کی شفاعت کریں گے۔روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اسے دن کے وقت کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔اور قرآن کہے گا: اے میرے رب! میں نے اسے رات بھر بیدار رکھا، لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔پھر ان دونوں کی شفاعت قبول کرلی جائے گی"۔(احمد، حاکم، بیہقی)

رمضان المبارک کے روح پرور لمحات

ماہ رمضان المبارک کا آغاز درحقیقت مسلمانوں کے لئے موسم بہاراں کی آمد ہے۔
اس مبارک مہینے کا آغاز مسلمانوں کی عید ہے جس پر انہیں ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کرنا چاہئے اور اس مہینے کی برکتوں سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہونے کی سفارش کرنا چاہئے۔
یہ ضیافت الٰہی کا مہینہ ہے۔اس مہینے میں مومنین اور وہی افراد ضیافت پروردگار کے

دسترخوان پر بیٹھنے کا شرف حاصل کرپاتے ہیں جو اس مہمانی کے قابل ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کے دسترخوان کرم سے مختلف دسترخوان ہے۔اللہ تعالیٰ کا عمومی دسترخوان لطف وکرم تمام انسانوں ہی نہیں بلکہ تمام مخلوقات کے لئے بچھا ہوا ہے اور سب کے سب اس سے بہرہ مند ہورہے ہیں۔یہ (ماہ مبارک رمضان میں بچھنے والا) ضیافت الٰہی کا دسترخوان خاصان خدا سے مخصوص ہے۔

ماہ رمضان کے سلسلے میں سب سے بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ انسان ایسے بے شمار علل و اسباب میں گھرا ہوا ہے جو اسے ذکر الٰہی سے غافل اور راہ پروردگار سے منحرف کردیتے ہیں۔
گوناگوں خواہشیں اور جذبات اسے پستی وتنزلی کی جانب دھکیلتے ہیں۔ماہ مبارک رمضان کی آمد پر اس انسان کو ایک موقع ملتا ہے کہ اپنی روح اور پاکیزہ باطن کو جو فطری اور قدرتی طور پر کمال و تکامل کی جانب مائل ہوتا ہے، بلندیوں کی سمت لے جائے، قرب الٰہی حاصل کرے اور اخلاق حسنہ سے خود کو آراستہ کرلے تو ماہ مبارک رمضان انسان کے لئے خودسازی اور نفس کی تعمیر نو کا مہینہ اور پروردگار سے مانوس اور قریب ہونے کے لئے سازگار موسم بہار ہے۔

ماہ مبارک رمضان کی برکتیں ان افراد سے شروع ہوتی ہیں جو اس مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ کا مہمان ہونا چاہتے ہیں۔یہ برکتیں ان مومنین کے قلوب سے شروع ہوتی ہیں۔اس مہینے کی برکتوں کی برسات سب سے پہلے مومنین، روزہ داروں اور اس مہینے کی مقدس فضا میں قدم رکھنے والوں پر ہوتی ہے۔
ایک طرف اس مہینے کے روزے، دوسری طرف اس بابرکت مہینے میں تلاوت کلام پاک اور اس کے علاوہ اس مہینے کی مخصوص دعائیں انسان کے نفس کو پاکیزہ اور اس کے باطن کو طاہر بنادیتی ہیں۔

ہرسال کا ماہ رمضان بہشت کے ایک ٹکڑے کی حیثیت سے ہماری مادی دنیا کے تپتے صحرا میں اتار دیا جاتا ہے اور ہم اس مبارک مہینے میں ضیافت پروردگار کے دسترخوان پر بیٹھ کر

جنت کے موسم بہاراں سے آشنا اور لطف اندوز ہونے کا موقع پا جاتے ہیں۔

بعض افراد اس مہینے کے تیس دنوں میں جنت کی سیر کرتے ہیں اور بعض خوش نصیب تو اس ایک مہینے کی برکت سے پورے سال وادی جنت میں گھومنے پھرنے کا بندوبست کر لیتے ہیں جبکہ بعض، اس کی برکتوں سے پوری عمر جنت کا لطف اٹھاتے ہوئے گزارتے ہیں۔ اس کے بر عکس بعض افراد ایسے بھی ہیں جو آنکھیں بند کئے اور کانوں میں تیل ڈالے اس مہینے کے نزدیک سے گزر جاتے ہیں اور اس کی برکتوں کو ایک نظر دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ یہ بڑے افسوس کا مقام اور ان کے لئے بہت بڑا خسارہ ہے۔

جو شخص ماہ مبارک رمضان کی برکت سے ھوی و ہوس اور نفسانی خواہشات کو قابو میں کرنے میں کامیاب ہو گیا اس نے درحقیقت بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے اور اسے چاہئے کہ اس کی دل و جان سے حفاظت کرے۔ جو شخص نفسانی خواہشات اور ہوسرانی سے پریشان ہے اس مبارک مہینے میں اپنی ان خواہشات پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے۔

انسان کی تمام بدبختیوں کی جڑ، نفسانی خواہشات کی پیروی اور ان کا اسیر ہو جانا ہے۔ جو بھی ظلم اور ناانصافی ہوتی ہے، جتنے فریب اور دھوکے دئے جاتے ہیں، تمام ظالمانہ جنگیں، بد عنوان حکومتیں یہ ساری کی ساری برائیاں نفسانی خواہشات کی پیروی کا نتیجہ ہے۔ اگر انسان اپنے نفس پر غالب آ جائے تو اسے نجات حاصل ہو جائے گی اور اس کے لئے بہترین موقع ماہ مبارک رمضان ہے۔

بنابریں سب سے اہم مسئلہ گناہوں سے پرہیز کا ہے، ہمیں چاہئے کہ اس مہینے میں تہذیب نفس کریں اور گناہوں سے دور رہنے کی کوشش اور مشق کریں۔ اگر ہم نے خود کو گناہوں سے دور کر لیا تو عالم ملکوت میں ہماری معنوی پرواز کے لئے فضا ہموار ہو جائے گی اور انسان معنوی سفر کرتے ہوئے وہ راستہ طے کرے گا جو اس کے لئے معین کیا گیا ہے لیکن اگر اس کی پشت پر گناہوں کی سنگینی باقی رہی تو یہ چیز ممکن نہ ہوگی۔

ماہ مبارک رمضان گناہوں سے دور ہونے کا بہترین موقع ہے۔ روزہ جسے الٰہی فریضہ کہا جاتا ہے درحقیقت ایک الٰہی نعمت اور تحفہ ہے۔ ان لوگوں کے لئے ایک سنہری موقع ہے جو روزہ رکھنے کی توفیق حاصل کرتے ہیں۔ البتہ اس کی اپنی سختیاں اور صعوبتیں بھی ہیں۔ جتنے بھی با برکت، مفید اور اہم اعمال ہیں ان میں دشواریاں ہوتی ہیں۔ انسان دشواریوں کا سامنا کئے بغیر کسی منزل پر نہیں پہنچ سکتا۔ روزہ رکھنے میں جو سختی برداشت کرنا ہوتی ہے وہ اس جزا اور ثمرے کے مقابلے میں ہیچ ہے جو روزہ رکھنے کے نتیجے میں انسان کو ملتا ہے۔

روزے کے تین مراحل ذکر کئے گئے ہیں اور یہ تینوں مراحل اپنے مخصوص فوائد اور ثمرات کے حامل ہیں۔

سب سے پہلا مرحلہ، روزہ کا یہی عمومی مرحلہ ہے، یعنی کھانے پینے اور دیگر مبطلات روزہ سے پرہیز کرنا۔ اگر ہمارے روزے کا لب لباب انہی مبطلات روزہ سے پرہیز ہے تب بھی اس کی بڑی اہمیت و قیمت اور بڑے فوائد ہیں۔ اس سے ہمارا امتحان بھی ہو جاتا ہے اور ہمیں کچھ سبق بھی ملتا ہے۔ تو یہ روزہ درس بھی اور زندگی کے لئے امتحان بھی ہے۔ ساتھ ہی یہ مشق اور ورزش بھی ہے۔

اللہ تعالی نے روزہ اس لئے واجب کیا کہ ان مخصوص ایام میں مخصوص اوقات کے دوران غنی و فقیر برابر ہو جائیں۔ جو افراد تہی دست اور غریب ہیں وہ ہر وہ چیز نہیں حاصل کر سکتے ہیں جو ان کی خواہش ہوتی ہے لیکن غنی و دولتمند انسان کا جب جو کھانے اور پہننے کا دل کرتا ہے اس کے لئے وہ چیز فراہم رہتی ہے۔ چونکہ امیر انسان کی ہر خواہش فورا پوری ہو جاتی ہے اس لئے اسے تہی دست اور غریب کا حال نہیں معلوم ہو پاتا لیکن روزہ رکھنے کی صورت میں سب یکساں اور مساوی ہو جاتے ہیں اور سب کو اپنی خواہشیں دبانا پڑتی ہیں۔ جو شخص بھوک اور پیاس تحمل کر چکا ہوتا ہے اسے ان سختیوں کا بخوبی اندازہ رہتا ہے اور وہ ان صعوبتوں کو برداشت کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ ماہ مبارک رمضان انسان کو سختیوں اور دشواریوں سے نمٹنے کی طاقت و توانائی عطا کرتا

ہے۔فرائض کی ادائیگی کی راہ میں صبر وضبط سے کام لینے کی مشق کرواتا ہے۔تو اس عمومی مرحلے میں بھی اتنے سارے فوائد ہیں۔اس کے علاوہ بھی انسان کا شکم جب خالی رہتا ہے اور وہ ایسے بہت سے کاموں سے روزے کی وجہ سے پرہیز کرتا ہے جو عام حالات میں اس کے لئے جائز ہیں تو اس کے وجود میں ایک نورانیت اور لطافت پیدا ہوتی ہے جو واقعی بہت قابل قدر ہے۔

روزے کا دوسرا مرحلہ گناہوں سے دوری اور اجتناب کا ہے۔روزے کی وجہ سے انسان، آنکھ، کان، زبان اور دل حتی جلد جیسے جسمانی اعضاء و اجزاء کو گناہوں سے دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔اس کا درجہ پہلے مرحلے کی بنسبت زیادہ بلند ہوتا ہے۔رمضان کا مہینہ انسان کے لئے گناہوں سے اجتناب کی مشق کا بہت مناسب موقع ہوتا ہے۔لہذا دوسرے مرحلے کا روزہ وہ ہوتا ہے جس کے ذریعے انسان خود کو گناہوں سے پاک ومنزہ بنالیتا ہے، آپ نوجوانوں کا فریضہ ہے کہ خود کو گناہوں سے محفوظ رکھیں۔آپ ابھی نوجوان ہیں۔نوجوانی میں انسان کے پاس طاقت وتوانائی بھی زیادہ ہوتی اور اس کا دل بھی پاک و پاکیزہ ہوتا ہے۔ماہ رمضان میں نوجوانوں کو ان خصوصیات سے کما حقہ استفادہ کرنا چاہئے۔اس مہینے میں آپ گناہوں سے دوری و اجتناب کی مشق کیجئے جو روزے کا دوسرا مرحلہ ہے۔

روزے کا تیسرا مرحلہ ایسی ہر چیز سے پرہیز ہے جو انسان کے دل و دماغ کو ذکر الہی سے غافل کردے۔ یہ روزے کا وہ مرحلہ ہے جس کا مقام بہت بلند ہے۔یہ وہ مرحلہ ہے جس میں روزہ، روزہ دار کے دل میں ذکر الہی کی شمع روشن کر دیتا ہے اور اس کا دل معرفت پروردگار سے منور ہو جاتا ہے۔اس مرحلے میں انسان کے لئے ہر وہ چیز مضر ہے جو اسے ذکر پروردگار سے غافل کرسکتی ہو۔کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو روزہ داری کی اس منزل پر فائز ہیں۔

ماہ رمضان، دعا و مناجات اور تقوا و پرہیزگاری کا مہینہ ہے۔یہ وہ مہینہ ہے جس میں ہم عبادات اور اذکار کے ذریعے روحانی ومعنوی قوت حاصل کر کے سنگلاخ وادیوں اور دشوار گزار راستوں سے گزر کر منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ماہ رمضان، قوت وتوانائی کا سرچشمہ ہے۔اس

مہینے میں لوگوں کو چاہئے کہ خود کو معنوی خزانوں تک پہنچائیں اور پھر حتی المقدور اس خزانے سے سرمایہ حاصل کریں اور آگے بڑھنے کے لئے آمادہ ہوں۔ماہ رمضان میں روزہ، نماز، دعا و مناجات، بندگی و عبادات کا ایک خوبصورت گلدستہ ہمارے سامنے ہوتا ہے اگر ہم اس پر توجہ دیں اور تلاوت کلام پاک کی خوشبو کا بھی اس میں اضافہ کرلیں، کیونکہ ماہ رمضان کو قرآن کے موسم بہار سے تعبیر کیا گیا ہے، تو خود سازی اور تہذیب نفس، سعادت و خوشبختی کی بڑی حسین منزل پر ہمارا ورود ہوگا۔

ماہ مبارک رمضان کے شب و روز میں آپ اپنے دلوں کو ذکر الہی سے منور رکھئے تا کہ شب قدر کے استقبال کے لئے آپ تیار ہوسکیں۔"**ليلة القدر خير من الف شهر تنزل الملائكة و الروح فيها باذن ربهم من كل امر**" یہ وہ شب ہے جس میں فرشتے زمین کو آسمان سے متصل کر دیتے ہیں۔قلوب پرنور کی بارش ہوتی ہے اور پورا ماحول لطف الہی کے نور سے جگمگا اٹھتا ہے۔یہ رات معنوی سلامتی اور دل و جان کی جلا، اخلاقی، معنوی، مادی، سماجی اور دیگر بیماریوں سے شفا کی شب ہے۔یہ وہ بیماریاں ہیں جو بدقسمتی سے بہت سی قوموں حتی مسلم اقوام میں سرایت کرگئی ہیں۔ان سب سے نجات اور شفا شب قدر میں ممکن ہے بس شرط یہ ہے کہ پوری تیاری کے ساتھ اس رات میں داخل ہوا جائے۔

ہر سال کو اللہ تعالی کی جانب سے ایک سنہری موقع عطا کیا جاتا ہے اور وہ موقع و وقت ماہ مبارک رمضان ہے۔اس مہینے میں دلوں میں لطافت، روح میں درخشندگی پیدا ہو جاتی ہے اور انسان رحمت پروردگار کی خاص وادی میں قدم رکھنے کے لائق بن جاتا ہے۔اس مہینے میں ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق ضیافت پروردگار سے استفادہ کرتا ہے۔جب یہ مہینہ اپنے اختتام کو پہنچ جاتا ہے تو ایک نیا دن شروع ہوتا ہے جو عید کا دن ہوتا ہے۔یعنی وہ دن جب انسان ماہ رمضان میں حاصل ہونے والے ثمرات اور توفیقات کے ذریعے پورے سال کے لئے صراط مستقیم کا انتخاب کر کے کجروی سے خود کو محفوظ بنا سکتا ہے۔

عید الفطر کاوشوں اور زحمتوں کا ثمرہ حاصل کرنے اور رحمت الٰہی کے دیدار کا دن ہے۔
عید فطر کے تعلق سے بھی ایک اہم بات اس دن پورے سال کے لئے آمادگی کا سنجیدہ فیصلہ ہے۔
یہیں سے آئندہ سال کے ماہ مبارک رمضان کے خیر مقدم کی تیاری شروع ہوتی ہے، اگر کوئی
چاہتا ہے کہ ماہ رمضان میں اللہ تعالیٰ کا مہمان بنے اور شب قدر کی برکتوں سے بہرہ مند ہو تو اسے
پورے گیارہ مہینے بہت محتاط رہنا ہوگا۔ عید کے دن اسے یہ عہد کرنا ہوگا کہ پورا سال اسے اس
انداز سے بسر کرنا ہے کہ ماہ رمضان خود اس کا استقبال کرے اور وہ ضیافت الٰہی کے دسترخوان پر
بیٹھنے کے لائق ہو۔ یہ ایک انسان کو ملنے والا سب سے بڑا فیض ہوسکتا ہے۔ یہ ایک انسان اور اس
کے تمام متعلقین نیز اسلامی معاشرے سے وابستہ تمام امور میں کامیابی و کامرانی کا بہترین وسیلہ
ہے۔

اگر ہم پوری آمادگی کے ساتھ ماہ رمضان میں داخل ہوئے تو ضیافت الٰہی سے بھرپور
استفادہ کرسکیں گے ہم ایک زینہ اوپر پہنچ جائیں گے اور ہمارا درجہ بلند ہوگا۔ پھر ہم اپنے دل و
جان کی گہرائیوں میں بھی اور اپنے گردوپیش کے حالات میں بھی وہ مناظر دیکھیں گے جن سے
ہمیں حقیقی خوشی اور مسرت حاصل ہوگی۔

رمضان المبارک میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمولات

رمضان المبارک کے ماہ سعید میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمولاتِ
عبادت و ریاضت اور مجاہدہ میں عام دنوں کی نسبت بہت اضافہ ہو جاتا۔ اس مہینے اللہ تعالیٰ کی
خشیت اور محبت اپنے عروج پر ہوتی۔ اور اسی شوق اور محبت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راتوں
کا قیام بھی بڑھا دیتے۔ رمضان المبارک میں درج ذیل معمولات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی سیرتِ طیبہ کا حصہ ہوتے۔

1۔ کثرتِ عبادت و ریاضت

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم إِذَا دَخَلَ رَمَضَانَ لَغَيَرَ لَوْنُهُ وَكَثُرَتْ صَلَاتُهُ، وَابْتَهَلَ فِي الدُّعَاءِ، وَأَشْفَقَ مِنْهُ.

بیہقی، شعب الایمان، 3:310، رقم: 3625

”جب ماہ رمضان شروع ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک متغیر ہو جاتا، آپ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازوں میں اضافہ ہو جاتا، اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کرتے اور اس کا
خوف طاری رکھتے۔“

۲۔ سحری و افطاری

رمضان المبارک میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اپنے روزے کا آغاز سحری کھانے اور اختتام جلد افطاری سے کیا کرتے تھے۔ حضرت
انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سحری کھانے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا:

تَسَحَّرُوْا فَإِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةً.

مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب فضل السحور وتأکید استحبابه...، 2:770، رقم: 1095

”سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔“

ایک اور مقام پر حضرت ابو قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت
کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں میں
سحری کھانے کا فرق ہے۔“

مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب فصل السحور وتأکید استحبابه، 2:771، رقم: 1096

3۔ قیام اللیل

رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راتیں تواتر و کثرت کے ساتھ نماز میں کھڑے

رہنے، تسبیح وتہلیل اور ذکر الٰہی میں محویت سے عبارت ہیں۔ نماز کی اجتماعی صورت جو ہمیں تراویح میں دکھائی دیتی ہے اسی معمول کا حصہ ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان المبارک میں قیام کرنے کی فضیلت کے بارے میں فرمایا:

''جس نے ایمان و احتساب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اور راتوں کو قیام کیا وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے جس دن وہ بطن مادر سے پیدا ہوتے وقت (گناہوں سے) پاک تھا۔''

نسائی، السنن، کتاب الصیام، باب ذکر اختلاف یحیی بن أبی کثیر والنضر بن شیبان فیہ، 158:4، رقم: 2208۔2210

4۔ کثرت صدقات وخیرات

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ صدقات وخیرات کثرت کے ساتھ کیا کرتے اور سخاوت کا یہ عالم تھا کہ کبھی کوئی سوالی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در سے خالی واپس نہ جاتا رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت اور صدقات وخیرات میں کثرت سال کے باقی گیارہ مہینوں کی نسبت اور زیادہ بڑھ جاتی۔ اس ماہ صدقہ وخیرات میں اتنی کثرت ہوجاتی کہ ہوا کے تیز جھونکے بھی اس کا مقابلہ نہ کرسکتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ عليه السلام كَانَ (رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم) أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ.

بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب أجود ما کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکون فی رمضان، 2: 672۔673، رقم: 1803

''جب حضرت جبریل امین آجاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھلائی کرنے میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوجاتے تھے۔''

حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغامِ محبت لے کر آتے تھے۔ رمضان المبارک میں چونکہ وہ عام دنوں کی نسبت کثرت سے آتے تھے اس لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے آنے کی خوشی میں صدقہ وخیرات بھی کثرت سے کرتے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے کئی فوائد اخذ ہوتے ہیں مثلاً

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جود وسخا کا بیان۔

رمضان المبارک میں کثرت سے صدقہ وخیرات کے پسندیدہ عمل ہونے کا بیان۔

نیک بندوں کی ملاقات پر جود وسخا اور خیرات کی زیادتی کا بیان۔

قرآن مجید کی تدریس کے لئے مدارس کے قیام کا جواز۔

نووی، شرح صحیح مسلم، 69:15

5۔ اعتکاف

رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعتکاف کرنے کا معمول تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

أَنَّ النَّبِيَ صلى الله عليه وآله وسلم كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللهُ، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ.

بخاری، الصحیح، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر والاعتکاف فی المساجد کلہا، 2: 713، رقم: 1922

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک کے آخری دس دن اعتکاف کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا ہے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال رمضان المبارک میں دس دن اعتکاف فرماتے تھے اور جس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال

مبارک ہوا، اس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس دن اعتکاف کیا۔‘‘

بخاری، الصحیح، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الأوسط من رمضان، 2:719، رقم: 1939

رمضان المبارک میں سحری کھانے کی فضیلت:

رمضان المبارک میں سحری کھانے کی فضیلت اور اس کے فیوض و برکات کا بکثرت تذکرہ ہمیں احادیث مبارکہ میں ملتا ہے۔ کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالالتزام روزے کا آغاز سحری کھانے سے فرماتے اور دوسروں کو بھی سحری کھانے کی تاکید فرماتے۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث مبارکہ سے ثابت ہے:

1۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَكَةً.

مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب فضل السحور وتأکید استحبابہ، 2:770، رقم: 1095

’’سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔‘‘

2۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلسَّحُوْرُ أَكْلُهُ بَرَكَةٌ فَلَا تَدَعُوْهُ.

احمد بن حنبل، المسند، 3:12، رقم: 11102

’سحری سراپا برکت ہے اسے ترک نہ کیا کرو۔‘‘

3۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

فَإِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِيْنَ.

احمد بن حنبل، المسند، 3:12، رقم: 11102

’’اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کرنے والوں پر اپنی رحمتیں نازل کرتے ہیں۔‘‘

4۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ، أَكْلَةُ السَّحَرِ.

مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب فضل السحور وتأکید استحبابہ، 2:771، رقم: 1096

’’ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے۔‘‘

5۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا:

وَهُوَ يَدْعُوْ إِلَى السَّحُوْرِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ، فَقَالَ: هَلُمُّوْا إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ.

1. ابن حبان، الصحیح، 8:244، رقم: 3465

2. بیہقی، السنن الکبری، 6:23، رقم: 7905

’’آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک میں سحری کے لئے بلاتے اور ارشاد فرماتے: صبح کے مبارک کھانے کے لئے آؤ۔‘‘

روزے میں سحری کو بلاشبہ اہم مقام حاصل ہے۔ روحانی فیوض و برکات سے قطع نظر سحری دن میں روزے کی تقویت کا باعث بنتی ہے۔ اس کی وجہ سے روزے میں کام کی زیادہ رغبت پیدا ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں سحری کا تعلق رات کو جاگنے کے ساتھ بھی ہے کیونکہ یہ وقت ذکر اور دعا کا ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور دعا اور استغفار کی قبولیت کا باعث بنتا ہے۔

روزے میں کارفرما حکمتیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: ''جب رمضان شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ (اور ایک روایت میں ہے کہ) جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطان جکڑ دیے جاتے ہیں۔''

بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب صفۃ إبلیس وجنودہ، 3:1194، رقم: 3103

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ کی روشنی میں جنت کے دروازوں کا کھولا جانا اور جہنم کے دروازں کا بند ہونا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ رمضان المبارک میں ایسے اعمال کی توفیق دی جاتی ہے جو جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے بچنے کا باعث ہیں۔ ماہ رمضان میں باقی مہینوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور خیرات و برکات کثرت سے تقسیم ہوتی ہیں۔ پس روزہ دار گناہ کبائر سے بچتا ہے اور روزے کی برکت سے اس کے صغیرہ گناہ بھی بخش دیے جاتے ہیں۔ جس کے سبب وہ جنت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

حجۃ اللہ البالغۃ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: جنت کے دروازوں کا کھولا جانا اہل ایمان کے لئے فضل ہے ورنہ کفار و مشرکین تو ان دنوں میں گمراہی و ضلالت میں پہلے سے زیادہ مصروف ہو جاتے ہیں کیونکہ شعائر اللہ کی ہتک کرتے ہیں۔ اہل ایمان چونکہ رمضان کے روزے رکھتے ہیں اور عبادت و ریاضت کرتے ہیں۔ اس مبارک مہینے میں نیکیوں کی کثرت کرتے ہیں اور برائیوں سے بچے رہتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، 2:88

اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے گئے ہیں۔

اور جنت کے دروازوں کے کھولے جانے کا فائدہ یہ ہے کہ ملائکہ روزہ داروں کے عمل کو اچھا جان کر ان کے لئے جنت تیار کرتے ہیں اور یہ اللہ رب العزت کی طرف سے روزہ داروں کی بڑی عزت افزائی ہے۔

روزہ نہ صرف روح کی غذا ہے بلکہ اس کے پس پردہ بے شمار دینی و دنیاوی حکمتیں اور ایسے رموز کارفرما ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ روزہ دار کو عطا کرتا ہے۔ اس لحاظ سے روزہ کی درج ذیل حکمتیں ہیں:

تقویٰ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ o

البقرۃ، 2:183

''اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ o''

اہلِ ایمان پر امم سابقہ کی طرح روزے اس لئے فرض کئے گئے کہ وہ متقی اور پرہیزگار بن جائیں گویا روزے کا مقصد انسانی سیرت کے اندر تقویٰ کا جوہر پیدا کر کے اس کے قلب و باطن کو روحانیت و نورانیت سے جلا دینا ہے۔ روزے سے حاصل کردہ تقویٰ کو اگر بطریق احسن بروئے کار لایا جائے تو انسان کی باطنی کائنات میں ایسا ہمہ گیر انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے جس سے اس کی زندگی کے شب و روز یکسر بدل کر رہ جائیں۔

تقویٰ بادی النظر میں انسان کو حرام چیزوں سے اجتناب کی تعلیم دیتا ہے، لیکن اگر بنظرِ غائر قرآن و سنت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ روزے کی بدولت حاصل شدہ تقویٰ حرام چیزوں سے تو درکنار ان حلال وطیب چیزوں کے قریب بھی بحالتِ روزہ پھٹکنے نہیں دیتا' جن سے مستفید ہونا عام زندگی میں بالکل جائز ہے۔ ہر سال ایک ماہ کے اس ضبطِ نفس کی لازمی تربیتی مشق (Refresher Course) کا اہتمام، اس مقصد کے حصول کے لئے ہے کہ انسان کے قلب و باطن میں سال کے باقی گیارہ مہینوں میں حرام و حلال کا فرق و امتیاز روا رکھنے کا جذبہ اس درجہ فروغ پا جائے کہ اس کی باقی زندگی ان ہی خطوط پر استوار ہو جائے۔ وہ ہر معاملے میں حکمِ

خداوندی کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے حرام چیزوں کے شائبے سے بھی بچ جائے۔

2۔تربیتِ صبر و شکر

صبر کا تقاضا ہے کہ انسان کسی نعمت سے محرومی پر اپنی زبان کو شکوہ اور آہ و بکا سے آلودہ کئے بغیر خاموشی سے برداشت کرے۔ روزہ انسان کو تقویٰ کے اس مقامِ صبر سے بھی بلند تر مقامِ شکر پر فائز دیکھنے کا متمنی ہے۔ وہ اس کے اندر یہ جوہر پیدا کرنا چاہتا ہے کہ نعمت کے چھن جانے پر اور ہر قسم کی مصیبت، ابتلا اور آزمائش کا سامنا کرتے وقت اس کی طبیعت میں ملال اور پیشانی پر شکن کے آثار پیدا نہ ہونے پائیں‘ بلکہ وہ ہر تنگی و ترشی کا بہر حال خندہ پیشانی سے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتا رہے۔

اس ضمن میں دو صاحب حال بزرگوں کے واقعہ کا تذکرہ خالی از فائدہ نہ ہوگ۔طویل جدائی کے بعد جب وہ ملے اور ایک دوسرے کا حال پوچھا تو ایک نے کہا کہ اپنا حال تو یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کسی نعمت سے نوازتا ہے تو اس کا شکر ادا کرتے ہیں، وگرنہ صبر سے کام لیتے ہیں۔ دوسرے بزرگ نے کہا‘ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ ہمارے شہر کے کتوں کا بھی یہی حال ہے۔ وہ مالک کے در پر پڑے رہتے ہیں، اگر کچھ مل جائے تو دُم ہلا کر اس کے آگے پیچھے جاتے ہیں اور اگر کچھ نہ بھی ملے تو اسے چھوڑ کر کسی اور در پر نہیں جاتے۔ پھر فرمایا کہ اپنا حال یہ ہے کہ جب مولا سے کچھ ملتا ہے تو اس کے بندوں میں بانٹ دیتے ہیں اور کچھ نہ ملے تو ہر حال میں اس کا شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آیاتِ صوم میں لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْن کے ذریعے شکر کی ضرورت و اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

3۔جذبہ ایثار

بحالتِ روزہ انسان بھوک اور پیاس کے کرب سے گزرتا ہے تو لامحالہ اس کے دل میں ایثارُ بے نفسی اور قربانی کا جذبہ تقویت پکڑتا ہے اور وہ عملاً اس کیفیت سے گزر کر جس کا سامنا انسانی معاشرہ کے مفلوک الحال اور نانِ شبینہ سے محروم لوگ کرتے ہیں، کرب و تکلیف کے

احساس سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ فی الحقیقت روزے کے ذریعے اللہ رب العزت اپنے آسودہ حال بندوں کو ان شکستہ اور بے سروسامان لوگوں کی زبوں حالی سے کماحقہ آگاہ کرنا چاہتے ہیں، جو اپنے تن وجان کا رشتہ بمشکل برقرار رکھے ہوئے ہیں، تاکہ ان کے دل میں دکھی اور مضطرب انسانیت کی خدمت کا جذبہ فروغ پائے اور ایک ایسا اسلامی معاشرہ وجود میں آسکے، جس کی اساس باہمی محبت و مروت‘ انسان دوستی اور دردمندی و غمخواری کی لافانی قدروں پر ہو۔ اس احساس کا بیدار ہوجانا روزے کی روح کا لازمی تقاضا ہے اور اس کا فقدان اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ روزے میں روح نام کی کوئی چیز باقی نہیں بقول علامہ اقبال:

روح چوں رفت از صلوٰۃ واز صیام

فرد نا ہموار،ملت بے امام

''جب نماز وروزہ سے روح نکل جاتی ہے تو فرد نالائق و ناشائستہ اور قوم بےامام ہوجاتی ہے۔''

4۔تزکیہ نفس

روزہ انسان کے نفس اور قلب و باطن کو ہر قسم کی آلودگی اور کثافت سے پاک وصاف کردیتا ہے۔ انسانی جسم مادے سے مرکب ہے، جسے اپنی بقا کے لئے غذا اور دیگر مادی لوازمات فراہم کرنا پڑتے ہیں، جبکہ روح ایک لطیف چیز ہے، جس کی بالیدگی اور نشوونما مادی ضروریات اور دنیاوی لذات ترک کردینے میں مضمر ہے۔ جسم اور روح کے تقاضے ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ روزہ جسم کو کھانے پینے اور بعض دیگر اُمور سے دور رکھ کر مادی قوتوں کو لگام دیتا ہے‘ جس سے روح لطیف تر اور قوی تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ جوں جوں روزے کی بدولت بندہ خواہشاتِ نفسانی کے چنگل سے رستگاری حاصل کرتا ہے، اس کی روح غالب و توانا اور جسم مغلوب ونحیف ہو جاتا ہے۔ روح اور جسم کا تعلق پرندے اور قفس کا سا ہے، جیسے ہی قفسِ جسم کا کوئی گوشہ وا ہوتا ہے، روح کا پرندہ مائل بہ پرواز ہوکر، موقع پاتے ہی جسم کی بندشوں سے آزاد ہوجاتا ہے۔
مسلسل روزے کے عمل اور مجاہدے سے تزکیۂ نفس کا عمل تیز تر ہونے لگتا ہے، جس کی وجہ سے

روح کثافتوں سے پاک ہوکر پہلے سے کہیں لطیف تر اور قوی تر ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض کاملین و عرفاء کی روحانی طاقت کائنات کی بے کرانیوں اور پہنائیوں پر حاوی ہو جاتی ہے۔

5۔ رضائے خداوندی کا حصول

روزے کا منتہائے مقصود یہی ہے کہ وہ بندے کو تمام روحانی مدارج طے کرانے کے بعد مقام رضا پر فائز دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ مقام رضا کیا ہے؟ جو روزے کے توسط سے انسان کو نصیب ہو جاتا ہے، اس پر غور کریں تو اس کی اہمیت کا احساس اجاگر ہوتا ہے۔ رب کا اپنے بندے سے راضی ہو جانا اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے مقابلے میں باقی سب نعمتیں ہیچ دکھائی دیتی ہیں۔ روزہ وہ منفرد عمل ہے جس کے اجر و جزا کا معاملہ رب اور بندے کے درمیان چھوڑ دیا گیا کہ اس کی رضا حد و حساب کے تعین سے ماوراء ہے۔

روزہ قیامِ صحت کا ایک بے نظیر طریقہ

روزہ دین اسلام کا تیسرا رکن ہے اور ایک بہت ہی اہم ترین فریضہ ہے۔ اور یہ اہم ترین فریضہ انسانوں کی اصلاح کے لیے ہے۔ انسان کی اصلاک کی یہی صورت ہے کہ اس کے دل کی اصلاح ہو جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب اس میں خوف الہی کی شمع فروزاں کر کے رکھ دی جائے اور اس کا مؤثر ترین طریقہ "روزہ" ہے۔ صبح سے شام تک کھانے پینے اور خواہشات نفسانی سے محض اس لیے مجتنب رہنا کہ اللہ تعالی نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔ مسلمان اگر تنہا ہو۔ کوئی آنکھ اسے دیکھ نہ رہی ہو۔ ایسی حالت میں اسے سخت پیاس لگی ہے۔ ٹھنڈے پانی کی صراحی موجود ہے۔ اس کے باوجود اس کا ہر حالت میں فرمان الہی کی بجا آوری پر کار بند رہنا تقوی کا کمال ہے اور یہ مشق اسے مکمل ایک ماہ کرنی پڑتی ہے۔ اس طرح اس کے دل میں خوف خدا کا نقش گہرا ہو جاتا ہے۔ پھر اس ماہ کے بعد بھی اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہو سکتی جس سے اس کے مولی کریم نے اسے منع کیا فرمایا۔ اصلاح قلب اور تزکیہ نفس کے لیے ماہ رمضان کے روزے رکھنے کا فرمان الہی اسی سال نازل ہوا جب امت مسلمہ اپنے کینہ توز اور طاقتور دشمنوں سے اپنی بقا کی جنگ لڑنے میں مصروف تھی۔ اللہ تعالی نے ہر جاندار کے جسم میں ایسا نظام

بنایا ہے کہ جب تک اسے آب و دانہ مناسب مقدار میں ہر وقت حاصل نہ ہو اس کی زندگی کا قیام مشکل ہوتا ہے، جس کی نسبت سے اس کی خوراک میں کمی بیشی واقع ہو گی اسی نسبت سے اس کی صحت متاثر ہو گی۔ ادنی حیوانات تو اپنی خوراک میں اپنے شعور کے ماتحت اعتدال کے پابند رہتے ہیں۔ لیکن انسان اشرف المخلوقات اور ذی عقل ہوتے ہوئے بھی ادنی حیوانات کے طریق کے برعکس حد اعتدال سے بالعموم تجاوز کر جاتا ہے۔ اور اپنے بدنی نظام کے بگاڑنے اور اس میں کئی نقائص بالفاظ دیگر امراض پیدا کرنے کا خود باعث ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے حیوانات کے امراض انسانی امراض سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔ مگر انسان اپنی خداداد وقل کے ذریعے اپنے امراض کے مقابلے، یا بطور حفظ ماتقدم کئی ذرائع، طریق اور علاج اختیار کرتا ہے۔ ان نقائص اور علاج کے لیے سب سے بہتر حفظ ماتقدم جواب ے ک تجویز کر سکا ہے یہ ہے کہ کبھی کبھی کچھ عرصہ کے واسطے وہ کھانا پینا بند کر کے اپنے معدہ کو جس پر تمام بدن کی صحت و ثبات کا انحصار ہوتا ہے خالی رکھے۔ تا کہ بھوک سے اس کے مواد فاسد جل کر اسے صاف کر دیں اور پھر وہ اپنا کام صحیح طور پر کر سکے۔

دنیا کے تقریباً تمام مذاہب اور شریعتوں نے اپنے پیروؤں کے لیے یہی طریق تجویز کیا ہے۔ اسے مذہبی اصلاح میں "روزہ" کہتے ہیں۔ ہندو چوبیس گھنٹے کا برت یا روزہ رکھتے ہیں۔ اناج یا آگ پر پکائی ہوئی اشیاء وہ برت میں نہیں کھاتے۔ مگر کچھ پانی دودھ، حقہ وغیرہ کھانے پینے میں کچھ مضائقہ نہیں سمجھتے۔ زمانہ حاضر کا عیسائی تو صرف گوشت، مچھلی یا بعض چیزیں ترک کر کہ اور دوسری چیزیں کھا پی کر اسے روزہ قرار دیتا ہے۔ اسی طرح یہودیوں میں بھی بعض چیزوں کی روزہ میں کھانے پینے کی ممانعت نہیں ہے۔ اسلام میں روزے مسلسل ایک ماہ قمری حساب سے رکھے جاتے ہیں۔ اور قمری و شمسی سال میں دس دن کے فرق کے باعث چھتیس سال کے عرصہ میں موسم گرما اور موسم سرما دونوں میں آ جاتے ہیں۔ اسی طرح تقریباً پچاس یا زیادہ سال کی عمر کا مسلمان دونوں موسموں میں روزے رکھنے کا تجربہ کر لیتا ہے۔ ماہ رمضان کے روزے ہر

عاقل، بالغ مسلمان پر فرض ہیں ۔ان کے علاوہ اور روزے بھی اپنی مرضی سے رکھے جاتے ہیں ۔ جنہیں نفلی روزے کہا جاتا ہے ۔اسلامی روزہ پو پھٹنے سے غروب آفتاب تک ہوتا ہے اور اس عرصہ میں ہر قسم کا کھانا، پینا احتیاط جنسی بلکہ اس کی مبادیات بھی منع ہیں ۔ پان ،بیڑی ،سگریٹ ۔حقہ وغیرہ بھی منع ہیں ۔کوئی بھی ایسی چیز استعمال کی جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے ۔اسلامی روزہ جو کہ خاص رمضان المبارک میں ہی خاص کئے گئے ہیں ۔اس قسم کا روزہ ضبط نفس یا اپنے آپ پر قابو پانے کا نے نظیر و بے مثال طریقہ ہے نوعمر جب گرمیوں میں پہلا روزہ رکھتے ہیں جب کہ پیاس کا مقابلہ کرنا بڑی ہمت کی بات ہوتی ہے ۔وضو کرتے وقت کلیاں کرتے ہیں تو پانی کا ایک قطرہ بھی حلق سے نیچے اترنے نہیں دیتے ۔خاص کر غسل خانے میں جب کہ کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا ان کا پانی سے اجتناب حیرت کا باعث ہوتا ہے ۔اسلامی روزہ روحانی اور اخلاقی فوائد کے ساتھ ساتھ معدی امراض اور بدن کے گندے مواد کے لیے جھاڑو کا کام دیتا ہے یہ ضبط نفس ،بھوک اور پیاس کی شدت کے مقابلہ کی طاقت پیدا کرتا ہے اور روزہ افطار کرتے وقت کھانے پینے سے جس طرح ایک روزہ دار لطف اندوز ہوتا ہے وہ بیان سے باہر ہے ۔ڈاکٹر اور موجودہ اطباء نے روزہ سے صحت کے برقرار رہنے کا اعتراف کیا ہے اور روزہ کے بارے میں یورپی ماہرین مسلسل تحقیق کر رہے ہیں اور وہ اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں کہ روزہ جہاں جسمانی زندگی کو نئی روح اور توانائی بخشتا ہے وہاں اس سے بے شمار معاشی پریشانیاں بھی دور ہوتی ہے کیونکہ جب امراض کم ہونگے تو ہسپتال کم ہوں گے اور ہسپتالوں کا کم ہونا پرسکون معاشرے کی علامت ہے ۔

روزے کی حکمتیں

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں کہ "" "لغت میں صوم کسی چیز سے رکنے اور چھوڑ دینے کو کہتے ہیں اور روزہ دار کو صائم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ کھانے، پینے اور عمل تزویج سے اپنے آپ کو روک لیتا ہے اور ان تینوں چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے اور جو شخص بات کرنا چھوڑ دے اس کو بھی صائم کہتے ہیں ۔قرآن مجید میں ہے" انی نذرت للرحمن صوماً " (سورہ مریم ۔۲۶) میں نے

رحمان کے لیے بات نہ کرنے کی نذر مان لی ہے" ۔(لسان العرب، ج ۱۲،ص ۳۵۱)
علامہ خوارزمی روزے کا شرعی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں " اہل عبادت کے لئے عبادت کی نیت سے طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور عمل تزویج سے رکے رہنے کو شریعت میں روزہ کہتے ہیں" ۔(الکفایۃ مع فتح القدیر، ج ۲،ص ۲۳۳)
روزہ رکھ کر جب انسان امور ثلثہ کو چھوڑ دیتا ہے ۔برے اخلاق اور بری عادتوں سے دور ہو جاتا ہے ،اللہ کی رضا جوئی کے لئے اپنی فطرت اور خلقت کے تقاضوں سے ممکن اور شرعی حد سے مجرد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالی کی محبت میں نفس امارہ کے مطالبات کو سترد کر دیتا ہے تو انسان کے ناسوتی بدن میں لاہوتی رنگ جھلکنے لگتا ہے وہ اخلاق باری سے مستخلق اور صفات الہیہ سے متصف ہو جاتا ہے اس سے بڑھ کر روزے کی اور کیا فضیلت ہوگی کہ روزہ بندے کو مولیٰ کے رنگ میں رنگ دیتا ہے
اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں روزے کا مقصد تقویٰ بیان کیا ہے" لعلکم تتقون " (سورۃ البقرہ:۱۸۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے تین بار سینہ کی طرف اشارہ کر کہ فرمایا:" التقویٰ ھھنا" (مشکوۃ ص ۴۲۳) کہ تقویٰ یہاں (دل میں) ہے ۔تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حصول کے بعد انسان گناہ کرنے سے ڈرتا ہے اور خوف الہی کی وجہ سے جھجھک محسوس کرتا ہے ۔انسان کے دل میں گناہوں کی اکثر خواہشات حیوانی قوت کی زیادتی سے پیدا ہوتی ہے ۔روزہ رکھنے سے حیوانی قوت کم ہوتی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ جو نوجوان مالی مجبوریوں کی وجہ سے نکاح نہیں کر سکتے اور ساتھ ہی نفسانی خواہشات پر قابو بھی نہیں پا سکتے ان کا بہتر علاج رسول اللہ ﷺ نے روزہ بتلایا ہے اور فرمایا ہے کہ شہوت کو توڑنے اور کم کرنے کے لئے روزہ بہترین چیز ہے ۔جس طرح ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اسی طرح کھانے پینے کی ممانعت کی قدر بھی روزہ رکھنے سے ہوتی ہے شکم سیر ہو کر کھانا کھانے والے امیروں کو روزہ رکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ فاقہ میں کیسی اذیت اور بھوک و پیاس کی تکلیف ہوتی ہے ۔اس لیے روزوں کی فرضیت سے مسلمان شخص کو اپنے فاقہ زدہ مسلمان بھائیوں کی بھوک و پیاس کا اندازہ ہو

گااوراس سب سے اس کا دل ان کی امداد ومعاونت پر آمادہ ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غریب اور
فاقہ زدہ لوگ سارا سال بھوک و پیاس کی صعوبتوں میں گزارتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی
مشابہت قائم کرنے کے لیے ایک ماہ کے دنوں میں سب پر بھوک اور پیاس طاری کر دی
۔یون بھی کہہ سکتے ہیں کہ غریبوں کی بھوک اور پیاس اللہ کو اس قدر عزیز ہے کہ ان پر جو حال طاری
رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک ماہ کے لیے تمام مسلمانوں پر طاری کر دیا۔اسے ہمارا حال عزیز ہے
۔دیکھئے ہم اسے کتنا عزیز رکھتے ہیں ۔اسلامی روزہ خاص کر ماہ رمضان میں فرض کیئے گئے ہیں ۔اس
قسم کا روزہ ضبط نفس یا اپنے آپ پر قابو پانے کا ایک نے نظیر و بے مثال طریقہ ہے ۔اسلامی روزہ
روحانی اور خلاقی فوائد کے ساتھ ساتھ بدنِ انسانی کی صحت کا ضامن بھی ہے ۔لیکن غور طلب امر یہ ہے
کہ رمضان کے مہینے کا بھوک اور پیاس کا مہینہ کہتے ہیں اس لیے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس مہینے
میں ہماری خوراک کا بجٹ باقی مہینوں سے کم ہوتا لیکن ہوتا یہ ہے کہ اس مہینے میں ہماری خوراک
کا بجٹ باقی مہینوں سے زیادہ ہوتا ہے ۔بازار میں کھانے پینے کی اشیاے کی وافر مقدار میں
فراوانی باقی مہینوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے ۔یوں لگتا ہے دوکانوں ،کھانے پینے کی جگہوں
،ہوٹلوں وغیرہ کو دیکھ کر کہ صبح سے لے کر شام تک ہم اس لیے بھوکے تھے کہ افطار کے وقت زیادہ
سے زیادہ کھا سکیں ۔اس صورت حال کی اصلاح بہت ضروری ہے تاکی روزہ کی برکات سے صحیح
استفادہ ہو سکے ۔حدیث شریف میں ہے کے مطابق مسلمان کافر کی بہ نسبت سات حصہ کم کھاتا ہے
۔اس اصول کی روشنی میں ہمیں خوراک کا جائزہ لیناہ لے کر اس کی اصلاح کرنی چاہیے ۔اور اسلامی
روزے کی روح اور وقار کو مجروح نہ کرتے ہوئے حقیقی روزہ دار بنیں ۔کہ اسی میں دنیا و آخرت کی
بھلائی اور نجات ہے ۔اللہ کو وہ عمل سب سے زیادہ پسند ہے جس میں دکھاوا یعنی ریاکاری نہ ہو۔

نماز تراویح اور جدید سائنس

رمضان المبارک کے ایام اور معمولات کو اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو

جاتی ہے کہ اس میں نماز تراویح کو بڑی اہمیت حاصل ہے ۔افطار کے وقت مختلف نوع کے کھانے
سامنے حاضر ہوتے ہیں اور یہ فطری حریص انسان کھانا کھاتے ہوئے اس بات کا خیال نہیں رکھتا
کہ سارا دن معدہ خالی رہتا ہے اور اگر اس کے اندر ایک ہی وقت میں زیادہ کھانا سمولیا جائے تو
اس کا معاملہ کیا ہوگا لیکن یہ بے خبر اور غافل انسان اپنے ساتھ ظلم پر ظلم کرتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حبیب بھی ہے اور طبیب بھی ۔اس کی طبابت کے انداز مختلف اور ہر کسی کے
ساتھ نرالے ہوتے ہیں ۔اس پر معدہ انسان کا علاج یہی کیا ہے کہ اس کو نماز عشاء کے بعد ایسی
ورزش پر لگا دیا جاتا ہے کہ مسلسل اس میں مصروف رہے اور اٹھتا بیٹھتا رہے۔حتیٰ کہ وہ مضر اثرات
جو کہ اس کے جسم پر مرتب ہونے تھے وہ اس ورزش تراویح سے کافور ہو جاتے ہیں اور یہ ازسرے
نو ہشاش بشاش گھر لوٹتا ہے۔

اگر تراویح کی نماز نہ ہو تو سحری بالکل نہ کھائی جائے اور اگر پھر بھی کھالی جائے تو بے شمار
امراض کو دامن میں سمیٹ لے گا۔اگر تراویح نہ ہوتی تو یہ آدمی کھانے کے بعد سو جاتا جس سے
مندرجہ ذیل امراض پیدا ہونے کے قوی خطرات ہوتے ۔

(۱) دل کی گھٹن اور تنگی
(۲) دل کی دھڑکن کی زیادتی اور ہائی بلڈ پریشر
(۳) دل کی دھڑکن کی کمی اور لو بلڈ پریشر
(۴) معدے کی تیزابیت
(۵) دماغی چکر اور الٹی کی کیفیت
(۶) مسوڑوں کے امراض اور خاص طور پر پائریا
(۷) بلغمی رطوبت اور دائمی نزلہ
(۸) بدن کی خشکی اور سستی
(۹) دست اور پیچس یا ہیضہ

آپ مذکورہ خطرناک اورفوری اثر امراض کی طرف بنظر غائر دیکھیں تو احساس ہوگا کہ صرف ایک سنت" تراویح کی وجہ سے مہلک امراض سے بچ جاتے ہیں تو کیوں نا ہمیں تمام سنتوں پر عمل پیرا ہونا چاہیے ۔تراویح ایک ہلکی پھلکی ورزش ہے جس کے بعد آرام اورسکون کی نیند آتی ہے ۔بے خوابی کے مریضوں کے لئے تراویح ایک اکسیر لا جواب ہے ۔بدخوابی کے لئے تراویح علاج بھی ہےاورورزش خاص بھی۔

ایک فارمسٹ کا کہنا ہے کہ۔تراویح سے جنسی امراض ختم ہوتے ہیں اوراعصابی کھچاؤ اور دباؤ کم ہوتا ہے ۔رانوں اور پنڈلیوں کے پٹھے مضبوط ہوتے ہیں ۔معدے اور دل کے امراض کم ہوتے ہیں چونکہ رمضان المبارک میں شام کے بعد بدن میں سستی آ جاتی ہے اس کا علاج صرف اورصرف تراویح ہی ہے۔

زکوٰۃ کے چند اہم مصارف

ہجرت کے دوسرے سال ہی ملت اسلامیہ کے ذی استطاعت لوگوں پرزکوٰۃ فرض کی گئی زکوٰۃ دین اسلام کے بنیادی پانچ اصولوں میں سے ایک ہے ۔یہ اسلامی معاشرے کے ان افراد کی معاشی خوش حالی کی ضمانت ہے جومختلف وجوہات کی بنا پر اپنی روزی کمانے سے قاصر ہیں ۔اورمحرومی وعسرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اللہ تعالی نے ایسے افراد کی کفالت کے لیے ہر خوشحال مسلمان کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔اوراس کے مصارف بھی بڑی تفصیل سے خود ہی بیان کت دیئے تا کہ کوئی ان میں مداخلت کر کے اس فریضہ کے انقلاب آفرین اثرات کوغیر مؤثر نہ بنادے ۔ارشاد الٰہی ہے ”صدقات تو صرف ان کے لیے ہیں جوفقیر،مسکین،زکوٰۃ کے کام پر جانے والے ہیں اور جن کی دلداری مقصود ہے نیز گردنوں کو آزاد کرانے اورمقروضوں کے لیے،اللہ کی راہ میں مسافروں کے لیے ،یہ سب فرض ہے ۔اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے “۔(کنزالایمان)

زکوٰۃ کا پہلا مصرف فقراء: فقراء اسے کہتے ہیں جوتنگ دست ہو اگر چہ رزق کمانے پر

قادر ہولیکن اس کی کمائی اسے خوشحال زندگی بسر کرنے کے قابل نہ بناسکے ۔

دوسرا مصرف مساکین: مسکین اس شخص کو کہتے ہیں جوکسی بیماری،بڑھاپے اورمستقل معذوری کے باعث روزق کے کمانے کے قابل ہی نہ رہا ہو،مثلاً اندھا،لنگڑا،اپاہج وغیرہ یہ دونوں زکوٰۃ کے مستحق ہیں لیکن ان دونوں میں سے مسکین کو مقدم رکھا جائے ۔اگر بیت المال میں اتنی گنجائش نہ ہوکہ ان دونوں طبقوں کو دیا جاسکے تو پھر مسکین کو ترجیح دی جائے گی۔

تیسرا مصرف عاملین: وہ لوگ جوزکوٰۃ فراہم کرنے کے لیے گھر گھر جاتے ہیں ان کا نظم ونسق کرتے ہیں پھر اسے حقداروں میں تقسیم کرتے ہیں۔

چوتھا مصرف مؤلفة القلوب: ان سے مراد وہ نومسلم ہیں جو اسلام لانے کے باعث اپنے پہلے کنبہ اور رشتہ داروں سے کٹ گئے ہوں ۔اپنے سابقہ وسائل معیشت چھن جانے کی وجہ سے وہ بے یارومددگاراور نادار ہوکر رہ گئے ہوں۔

پانچواں مصرف غلاموں کو آزاد کرانا: جوغلام زرمکاتبت ادا کرنے سے قاصر ہوں ان کی اس مد سے امداد کی جائے تا کہ وہ اپنے مالکوں کومقرر رقم ادا کر کے آزاد ہوجائیں ۔اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ اگرمسلمان اگر جنگی قیدی کفار کے قبضہ میں ہوں تو ان کا فدیہ یا ان کی قیمت ادا کر کے انہیں کفار کی غلامی سے رہائی دلائی جائے ۔حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد ہمایوں میں افریقہ کے مہتمم صدقات نے انہیں لکھا کہ بیت المال کچھا کچھ بھرے ہوئے ہیں لیکن ہمیں کوئی فقیر نہیں ملتا جوآ کر زکوٰۃ لے ۔فرمایئے اب کیا کریں ۔آپ نے تحریر فرمایا: اگر فقراء نہیں ملتے تو جولوگ مقروض ہیں ان کے قرض ادا کردو ۔انہوں نے جتنے مقروض لوگ تھے ان کو تلاش کیا اوران کے ذمہ قرض خواہوں کی جو رقوم واجب الاداء تھیں وہ ادا کت دیں لیکن پھر بھی بیت المال بھرے کے بھرے رہے انہوں نے امیر المومنین کو پھر لکھا کہ ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی مقروضوں کے قرض ادا کر دیئے پھر بھی بیت المال کے مخازن لبالب بھرے ہوئے ہیں تو آپ نے لکھا کہ جتنے مسلمان کفار کی غلامی میں ہیں اس رقم سے انہیں خرید واور آزاد کر

دو۔

چھٹا مصرف مقروض لوگ: اس کے لیے یہ شرط ہے کہ انہوں نے یہ قرضہ کسی گناہ کے ارتکاب کے لیے نہ لیا ہو۔اور قرضہ لے کر اسے اسراف اور فضول خرچی سے اڑا نہ دیا ہو۔ایسے قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے مقروض اگر خود قرضہ ادا کرنے سے قاصر ہوں تو ان کی بیت المال سے امداد کی جائے گی۔اسی طرح وہ قرضے دو مسلمان گروہوں کے درمیان مصالحت کرانے کے لیے کسی نے لیے ہوں وہ بھی اس مد سے ادا کیئے جاسکتے ہیں۔بعض بے خبر لوگ کہتے ہیں کہ اسلامی قانون اہل روم کے قوانین سے ماخوذ ہے۔آپ صرف اس ایک مسئلہ پر غور کریں تو حقیقت آشکار ہو جائے گی۔رومیوں کے نزدیک اگر کوئی مقروض قرضہ ادا کرنے سے قاصر ہو جاتا ہے تو اسے قرض خواہ کا غلام بنا دیا جاتا ہے اس کے برعکس اسلام نے ہر ایسے شخص کا قرضہ ادا کرنے کی ذمہ دارہ قبول کرلی ہے جو اپنی ناداری کی وجہ سے قرض ادا کرنے سے عاجز ہوگا۔

ساتواں مصرف مسافر: ایک شخص خوشحال ہے لیکن اثنائے سفر اس کی نقدی گم ہوگئی ،چوری ہوگئی یا زادہ راہ ختم ہوگیا اب وہ محتاج ہے تو ایسے شخص کی بھی زکوٰۃ کے مال سے امداد کی جا سکتی ہے۔اور۔

آٹھواں مصرف اللہ کی راہ میں خرچ: علمائے اسلام نے بھی فی سبیل اللہ کی تشریح یوں کی ہے کہ تمام وہ کام جو عوام کے نفع اور بہتری کے لئے کئے جائیں وہ سب فی سبیل اللہ میں شامل ہیں ،مندرجہ بالا تمام مصارف قرآن میں بیان ہیں۔

اسلام میں مسواک کی اہمیت

علامہ یحیی بن شرف امام نووی شافعی فرماتے ہیں کہ۔۔ائمہ لغت نے کہا ہے کہ لکڑی سے دانتوں کے صاف کرنے کے عمل کو سواک کہتے ہیں اور سواک اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں اور علماء کی اصطلاح میں لکڑی یا اسکی مثل کسی چیز سے دانت صاف کرنے کو سواک کہتے ہیں جس سے دانتوں کا میل اور پیلاہٹ زائل ہوجائے (شرح مسلم،ج۱،ص۱۲۷)

سنن نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں بعض سنتیں ایسی بھی ہیں جو بادی النظر میں بہت معمولی نظر آتی ہیں مگر درحقیقت وہ مہتم بالشان اور عظیم ثواب کی حامل ہیں انہیں سنن جمیلہ میں سے ایک مسواک بھی ہے۔جس کی فضیلت واہمیت سے کتب احادیث وفقہ مالا مال ہیں۔یہاں چند احادیث رقم کی جاتی ہیں۔

(۱) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسواک کیا کرو کہ اس میں منہ کی پاکی اور حق تعالی کی خوشنودی ہے۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ مجھے مسواک کی وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں مجھ پر اور میری امت پر فرج نہ ہو جائے اگر مجھے اپنی امت پر دشواری کا خوف نہ ہوتا تو میں ان پر مسواک کو فرض کر دیتا۔مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اسقدر کثرت سے مسواک کرتا ہوں کہ مجھے اپنے منہ کے اگلے حصے کے چھل جانے کا خوف ہے۔(ابن ماجہ شریف)

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسواک منہ صاف کرنے والی ہے اور اللہ کی رضا کا سبب ہے۔

(۴) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے منہ مبارک کو مسواک سے اچھی طرح مزین کرتے۔

(۵) حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ جب مسواک کر لیتا ہے پھر نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے پیچھے کھڑے ہو کر قرات سنتا ہے پھر اس سے قریب ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیتا۔

(۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے نزدیک دو رکعتیں جو مسواک کر کہ پڑھی جائیں افضل ہیں بے مسواک کی ستر رکعتوں سے۔

(۷) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ گھر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسواک کیا کرتے تھے۔(مسلم شریف، حدیث ۴۹۹)

مسواک کا حکم:

ہر وضو میں مسواک سنت ہے۔وضو کے علاوہ ان اوقات میں مستحب ہے۔(۱) ہر نماز کے وقت (۲) تلاوت قرآن مجید کے لئے (۳) سوکر اٹھنے کے بعد (۴) منہ میں جب بھی کسی وجہ سے بد بو پیدا ہوجائے (۵) جمعہ کے دن (۶) سونے سے پہلے (۷) کھانے کے بعد (۸) سحر کے وقت (نزہۃ القاری شرح بخاری، ج ۲، ص ۱۶۹)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محقق بریلوی قدس سرہ ''ذیل الدعاء لاحسن الوعاء'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔''جب قصد دعا ہو پہلے مسواک کرے کہ اپنے رب سے مناجات کرے گا ایسی حالت میں رائحہ متغیرہ سخت ناپسند ہے خصوصا حقہ پینے والے اور تمبا کو کھانے والوں کو اس ادب کی رعایت ذکر ودعا و نماز میں نہایت اہم ہے اور حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسواک رب کو راضی کرنے والی ہے اور ظاہر ہے کہ رضائے رب باعث حصول رب ہے۔''(احسن الوعاء لآداب الدعاء، ص ۳۶)

مسواک کے دنیاوی واخروی فوائد:

مسواک کے وہ فضائل جو ائمہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بروایت حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے ان کو عارف باللہ شیخ احمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ نے جمع فرمایا ان میں سے کچھ یہاں نقل کئے جاتے ہیں کہ ''مسواک کو لازم پکڑلو اور کبھی اس سے غفلت نہ کرو، مداومت کرتے رہو۔ کیونکہ مسواک کرنے والے سے رحمن راضی ہوتا ہے اور مسواک کرنے والے کی نماز کا ثواب ننانوے درجہ تک بڑھ جاتا ہے اور بعض روایتوں میں چار سو تک ہے۔

۱۔مسواک کی پابندی کشادگی وغنا پیدا کرتی ہے۔

۲۔رزق کو آسان کرتی ہے۔

۳۔منہ کو پاک وصاف کرتی ہے۔

۴۔مسوڑھوں کو مضبوط بناتی ہے۔

۵۔دردسر میں سکون بخشتی ہے۔اور سر کی رگوں میں سکون ہوجاتا ہے یہاں تک کہ کوئی ساکن رگ حرکت نہیں کرتی ہے۔اور کوئی چلنے والی رگ ساکن نہیں ہوتی۔

۶۔سر کا درد اور بلغم جاتا رہتا ہے۔

۷۔دانتوں کو قوت اور آنکھوں کو جلا بخشتی ہے۔

۸۔معدے کو درست کرتی ہے۔ساتھ ہی ساتھ بدن کو قوت دیتی ہے۔

۹۔الفاظ کی صحیح ادائیگی اور حفظ وعقل میں بھی اضافہ کرتی ہے۔معا نیکیوں میں خوب خوب اضافہ کرتی ہے۔

۱۰۔قلب کو پاکیزگی عطا کرتی ہے۔

۱۱۔فرشتے خوش ہوتے ہیں اور اس سے مصافحہ کرتے ہیں اس کے چہرے کی روشنی کی وجہ سے۔

۱۲۔اور جب نماز کے لئے مسجد جاتا ہے تو فرشتے اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور جب مسجد سے نکلتا ہے تو حاملین عرش کے فرشتے اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں یوں ہی حضرات انبیاء کرام ورسلان عظام علیہم السلام بھی اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

۱۳۔مسواک شیطان کو ناراض اور دور کرنے والی ہے۔

۱۴۔دہن کی صفائی اور ہضم طعام میں بھی معاون ہوتی ہے۔

۱۵۔اولاد کی کثرت کا سبب ہوتی ہے۔

۱۶۔پل صراط سے کوندتی بجلی کی طرح گذار دیتی ہے۔

۱۷۔بڑھاپے کو موخر کرتی ہے۔اور پشت کو مضبوط بناتی ہے۔

۱۸۔قیامت کے دن مسواک کنندہ کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں ہوگا۔

۱۹۔مسواک بدن کو اطاعت خداوندی کے لئے چست کرتی ہے۔
۲۰۔بوقت نزع کلمہ شہادت کو یاد دلاتی ہے، نزع کو آسان کرتی ہے۔
۲۱۔دانتوں کو سفید اور چمکدار کرتی ہے۔منہ کی بو پاک کرتی ہے۔حلق اور زبان کو صاف وستھرا کرتی ہے۔
۲۲۔سمجھ کو تیز کرتی ہے اور رطوبت کو روکتی ہے۔نگاہ کو تیز کرتی ہے۔اجر یعنی نیکی کے بدلے کو بڑھاتی ہے۔
۲۳۔قبر میں وسعت وکشادگی کا سبب ہوتی ہے قبر میں اس کی مونس وغمخوار ہوتی ہے۔
۲۴۔مسواک کرنے والے کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔اور جہنم کے دروازے اسکے لئے بند کردیئے جاتے ہیں۔
۲۵۔روزانہ اس سے فرشتے کہتے ہیں کہ یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی اقتداء کرنے والا، ان کے نقش قدم پر چلنے والا اوران کی سنت وطریقہ کو اپنانے والا ہے۔
۲۶۔فرشتہ موت اس کے پاس اس صورت میں آتا ہے جس صورت میں اولیاء اللہ کے پاس آتا ہے۔
۲۷۔مسواک کرنے والا دنیا سے کوچ نہیں کرتا جب تک کہ ہمارے آقا ﷺ کے حوض سے سیراب نہ ہوجائے جو کہ مہر شدہ شراب ہے۔۔۔۔۔اوران سب فوائد سے بڑھ کر یہ ہیکہ ’’یہ منہ کی طہارت کا ذریعہ اور رضائے الٰہی کا سبب ہے۔‘‘وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔(حاشیہ الطحطاوی علی المراقی الفلاح، ج۱،ص ۳۷)

مسواک کے مکروہات:

۱۔مسواک لیٹ کرنہ کرے کہ تلی بڑھنے کا سبب ہے۔
۲۔مٹھی سے پکڑنا ممنوع ہے کہ اس سے بواسیر پیدا ہوتی ہے۔
۳۔مسواک کو چوسا نہ جائے کہ اس سے وسوسہ اور اندھاپن پیدا ہوتا ہے۔

۴۔فارغ ہونے کے بعد نہ دھونا کہ اس سے شیطان کرتا ہے۔
۵۔بیت الخلاء میں مسواک کرنا مکروہ ہے۔
۶۔مسواک کھڑی کر کہ رکھنا چاہیے اسے زمین پر نہ ڈالیں ورنہ جنون کا خطرہ ہے۔حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص مسواک کو زمین پر رکھنے کی وجہ سے مجنون ہو جائے تو وہ اپنے نفس کے علاوہ کسی کو ملامت نہ کرئے کہ یہ خود اس کی غلطی ہے۔
۷۔انار، ریحان اور بانس کی لکڑی سے مسواک کرنا مکروہ ہے اور حضور نبی کریم ﷺ نے ریحان کی مسواک سے منع فرمایا کہ یہ محرک جذام ہے۔
۸۔مسواک ابتداء ایک بالشت کے برابر ہونی چاہیے بعد میں اگر کم ہوجائے تو کوئی حرج نہیں اور ایک بالشت سے زیادہ لمبی نہ ہو کہ اس پر شیطان سوار ہوتا ہے۔(ایضاً)

ایک نہایت ہی اہم اور ضروری فتوی..........مسواک کی جگہ منجن یا برش اور ٹوتھ پیسٹ کا استعمال :

منجن ، برش اور ٹوتھ پیسٹ کے استعمال سے مسواک کی سنت ادا نہیں ہوگی کہ ’’مسواک‘‘ درخت کی ایک ایسی شاخ کو کہتے ہیں جس سے دانت کی صفائی کی جائے۔اس لحاظ سے منجن اور برش مسواک نہ ہوئے منجن کا مسواک نہ ہونا تو ظاہر ہے کہ نہ وہ درخت کی شاخ، نہ اس میں مسواک کی طرح ریشے، نہ مسواک کی جیسی ہیئت۔اور برش میں گو کہ مسواک کی طرح ریشے ہوتے ہیں لیکن یہ درخت کی شاخ نہیں۔اور نہ اس میں مسواک کی طرح سے کڑواپن، اور نی ایسا مزہ پایا جاتا ہے جو منہ کی بو دور کرئے اور پت وبلغم کو دور کر کہ طبعیت کو پرسکون بنائے اس لئے کہ یہ سنون مسواک کے حکم سے نہیں ہوسکتے۔’’برش‘‘ جس کو مسواک سے یک گونہ مشابہت ہے اس کے متعلق امام احمد رضا خاں محقق بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ’’اصل تو یہ ہے کہ مسواک کی سنت چھوڑ کر نصرانیوں کا برش اختیار کرنا ہی سخت جہالت وحماقت اور مرض قلب کی دلیل ہے۔(فتاوی رضویہ، ج۱۰،ص ۸۰)

اس سے معلوم ہوا کہ برش کو اختیار کرنا مسواک کی سنت کو چھوڑنا ہے۔ہاں اگر مسواک نہ ملے تو اب ان کے استعمال سے سنت مسواک اداء ہو جائے گی اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ ۔۔۔مسواک مفقود ہو تو انگلی یا سنگین کپڑا اس کے قائم مقام ہے ۔اور عورتوں کے لئے ''مسی''مطلقا ادائے سنت کے لئے کافی ہے۔عالمگیری میں ہے کہ ''انگلی مسواک کے قائم مقام نہیں ہوسکتی ہاں اگر مسواک نہ ملے تو داہنے ہاتھ کی انگلی مسواک کے حکم میں ہوگی،ایسا ہی محیط وظہیریہ میں ہے۔اور عورت کے لئے ''مسی''مطلقا مسواک کا بدل ہے،ایسا ہی بحر الرائق اور در مختار میں بھی ہے۔''مسواک نہ ہو یا دانت ہی نہ ہو تو کھردرا کپڑا یا انگلی مسواک کے قائم مقام ہے ''(بحر الرائق،ج۱،ص۷۸)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانت مانجنا ادائے سنت اور حصول ثواب کے لئے کافی نہیں ۔ہاں مسواک نہ ہو تو انگلی یا کھرکھرا کپڑا ادائے سنت کر دے گا اور عورت کے لئے مسواک موجود ہو تب بھی مسی ہی کافی ہے ''(فتاوی رضویہ،ج۱،ص۱۴۸)

مسواک اگر چہ جمہور علماء کے نزدیک سنت ہے لیکن فرض یا واجب نہیں ۔مگر اس کے باوجود اس کے آداب ومستحبات کی رعایت نہایت ضروری ہے۔اس میں کوتاہی کرنا اور لاپرواہی برتنا نقصان دہ ہے۔حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اگر کسی شہر کے باشندے مسواک کا انکار کردے تو امام وقت ان سے مرتدین کی طرح قتال کرے''(خانیہ وغیرہ)

حضرت علامہ امام شعرانی رحمہ اللہ علیہ ''کشف الغمہ''میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مسواک سے اعراض اور بے رغبتی کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔۔پرور دگار عالم ہم تمام مسلمانوں کو اس سنت جمیلہ پر عمل کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔۔آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

اعتکاف

''اعتکاف''لغوی اعتبار سے ''ٹھہرنے''کو کہتے ہیں۔جبکہ اصطلاح شریعت میں اعتکاف کا معنی ہے:مسجد میں اور روزے کے ساتھ رہنا،جماع کو بالکل ترک کرنا اور اللہ تعالیٰ سے تقرب اور اجر وثواب کی نیت کرنا اور جب تک یہ معانی نہیں پائے جائیں گے تو شرعاً اعتکاف نہیں ہوگا لیکن مسجد میں رہنے کی شرط صرف مردوں کے اعتبار سے ہے۔عورتوں کیلئے یہ شرط نہیں ہے بلکہ خواتین اپنے گھر میں نماز کی مخصوص جگہ کو یا کسی الگ کمرے کو مخصوص کر کے وہاں اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں۔ہر مسجد میں اعتکاف ہوسکتا ہے،البتہ بعض علماء نے اعتکاف کیلئے ''جامع مسجد''کی شرط لگائی ہے۔(احکام القرآن:جلد 1 صفحہ 242)

اعتکاف کی تاریخ

اعتکاف!اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی بجالانے کا ایک ایسا منفرد طریقہ ہے جس میں مسلمان دنیا سے بالکل لاتعلق اور الگ تھلگ ہو کر اللہ تعالیٰ کے گھر میں فقط اس کی ذات میں متوجہ اور مستغرق ہو جاتا ہے۔اعتکاف کی تاریخ بھی روزوں کی تاریخ کی طرح بہت قدیم ہے۔قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ اس کا ذکر بھی یوں بیان ہوا ہے۔ارشادِ خداوندی ہے:

ترجمہ:''اور ہم نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہا السلام کو تاکید کی کہ میرا گھر طواف کرنے والوں کیلئے،اعتکاف کرنے والوں کیلئے اور رکوع کرنے والوں کیلئے خوب صاف ستھرا رکھیں''۔(سورۃ البقرہ:آیت نمبر 125)

یعنی اس وقت کی بات ہے جب جدالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کعبۃ اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تھے یعنی اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اعتکاف کیا جاتا تھا۔

اعتکاف کی فضیلت واہمیت

حضور سید الانبیاء محبوبِ کبریا حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہمیشہ اعتکاف کیا ہے اور اس کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے۔چنانچہ امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بے شک حضور نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے،یہاں تک کہ آپ ﷺ خالق حقیقی سے جاملے۔پھر آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات اعتکاف کیا کرتی تھیں''۔
(صحیح بخاری،صحیح مسلم)

دوحج اور دوعمروں کا ثواب

O حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "جس شخص نے رمضان المبارک میں آخری دس دنوں کا اعتکاف کیا تو گویا کہ اس نے دو حج اور دو عمرے ادا کئے ہوں"۔ (شعب الایمان)

O حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معتکف (اعتکاف کرنے والے) کے بارے میں فرمایا کہ: "وہ گناہوں سے باز رہتا ہے اور نیکیاں اس کے واسطے جاری کردی جاتی ہیں، اس شخص کی طرح جو یہ تمام نیکیاں کرتا ہو"۔ (سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ معتکف یعنی اعتکاف کرنے والا، اعتکاف کی حالت میں بہت سی برائیوں اور گناہوں.... مثلاً غیبت، چغلی، بری بات کرنے، سننے اور دیکھنے سے خود بہ خود محفوظ ہوجاتا ہے، ہاں البتہ اب وہ اعتکاف کی وجہ سے کچھ نیکیاں نہیں کرسکتا مثلاً قبرستان کی زیارت، نمازِ جنازہ کی ادائیگی، بیمار کی عیادت ومزاج پرسی اور ماں باپ واہل وعیال کی دیکھ بھال وغیرہ لیکن اگرچہ وہ ان نیکیوں کو انجام نہیں دے سکتا لیکن اللہ تعالیٰ اسے یہ نیکیاں کئے بغیر ہی ان تمام کا اجر وثواب عطا فرمائے گا، کیونکہ معتکف اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ ادا کررہا ہے جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت وفرمانبرداری ہے۔

اعتکاف کی غرض وغایت، شب قدر کی تلاش:

O حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرے میں اعتکاف فرمایا، پھر درمیانی عشرے میں بھی ترکی خیموں میں اعتکاف فرمایا پھر خیمہ سے سراقدس نکال کر ارشاد فرمایا کہ: "میں نے پہلے عشرے میں "شب قدر" کی تلاش میں اعتکاف کیا تھا پھر میں نے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا پھر میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور مجھ سے کہا کہ شب قدر آخری عشرے میں ہے، پس جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرتا تھا تو اسے آخری عشرے میں ہی اعتکاف کرنا چاہئے"۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

مندرجہ بالا حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ اس اعتکاف کی سب سے بڑی غرض وغایت "شبِ قدر" کی تلاش وجستجو ہے اور درحقیقت اعتکاف ہی اس کی تلاش اور اس کو پانے کیلئے بہت مناسب ہے، کیونکہ حالت اعتکاف میں اگر آدمی سویا ہوا بھی ہو تب بھی وہ عبادت وبندگی میں شمار ہوتا ہے۔ نیز اعتکاف میں چونکہ عبادت وریاضت اور ذکر وفکر کے علاوہ اور کوئی کام نہیں رہے گا، لہٰذا شب قدر کے قدردانوں کیلئے اعتکاف ہی سب سے بہترین صورت ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی چونکہ آخری عشرے ہی کے اعتکاف کا رہا ہے، اس لئے علماءِ کرام

کے نزدیک آخری عشرہ کا اعتکاف ہی سنت موکدہ ہے۔

اعتکاف کی روح اور حقیقت

اعتکاف کی اصل روح اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کچھ مدت کیلئے دنیا کے ہر کام ومشغلہ اور کاروبارِ حیات سے کٹ کر اپنے آپ کو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کیلئے وقف کردیں۔ اہل وعیال اور گھر بار چھوڑ کر اللہ کے گھر میں گوشہ نشین ہوجائیں اور سارا وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی اور اس کے ذکر وفکر میں گزاریں۔ اعتکاف کا حاصل بھی یہ ہے کہ پوری زندگی ایسے سانچے میں ڈھل جائے کہ اللہ تعالیٰ کو اور اس کی بندگی کو دنیا کی ہر چیز پر فوقیت اور ترجیح حاصل ہو۔

اعتکاف کا پہلا حق یہ ہے کہ رمضان المبارک کے پورے آخری عشرے کا اعتکاف کیا جائے۔ سب سے افضل مسجد میں اعتکاف کرے، مثلاً مسجد حرام، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جامع مسجد وغیرہ۔ قرآن وحدیث کی تلاوت اور فقہ اسلامی وتاریخ اسلام کی کتابوں کا مطالعہ کرے۔ کثرت سے نوافل ادا کرے۔ اپنے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں، ظاہر وپوشیدہ گناہوں پر توبہ واستغفار کرے اور زندگی بھر کی قضاء نمازیں پڑھتا رہے اور صدقِ دل سے توبہ واستغفار کرکے اپنے ربِّ کریم کو راضی کرنے کی کوشش کرتا رہے۔

معتکف اگر بہ نیت عبادت خاموش رہے یعنی خاموش رہنے کو ثواب سمجھے تو یہ مکروہ ہے اور اگر چپ رہنا ثواب نہ سمجھے تو کوئی حرج نہیں ہے اور فضول وبری باتوں سے پرہیز کرے تو یہ مکروہ نہیں بلکہ اعلیٰ درجے کی نیکی ہے۔

جیسا کہ ایک حدیث پاک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا نیکیوں کو اس طرح ختم کردیتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے"۔ (الحدیث)

معتکف کو چاہئے کہ وہ مدتِ اعتکاف کو آرام وسکون کا ایک موقع سمجھ کر ضائع نہ کرے کہ دن رات صرف سوتا ہی رہے یا یوں ہی مسجد میں ٹہلتا رہے بلکہ سونے اور آرام کرنے میں کم سے کم وقت ضائع کرے ....اور اعتکاف کے ایام کو اپنی تربیت اور آئندہ زندگی کے سنہری اور خاص دن سمجھے....اور عبادت وریاضت میں سخت محنت کرے....اس طرح کہ زیادہ سے زیادہ نمازیں خصوصاً اپنی قضاء نمازیں پڑھتا رہے ....قرآن وحدیث کی تلاوت کرے.... درود وسلام کا ورد کرتا رہے....اور فقہ واسلامی کتابوں کا مطالعہ کرتا رہے۔

اعتکاف کرنے والا دنیا کے مشاغل سے الگ ہوکر خود کو عبادت الٰہی کے سپرد کردیتا ہے اور اعتکاف کے ایام میں معتکف بندہ فرشتوں کے مشابہ ہوجاتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی بالکل معصیت ونافرمانی نہیں کرتے بلکہ ہمہ وقت اللہ کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور دن رات تسبیح

وتحمید اور تہلیل وتمجید میں مشغول رہتے ہیں۔ نمازی! نماز پڑھ کر چلے جاتے ہیں لیکن معتکف اللہ تعالیٰ کے گھر کو نہیں چھوڑتا اور وہیں دھرنا مار کر بیٹھا رہتا ہے۔ پس اس کیلئے اللہ جل شانہ کی رحمتیں، نعمتیں، برکتیں، سعادتیں اور انعامات واحسانات بھی زیادہ متوقع ہیں۔ (تفسیر تبیان القرآن: جلد 1، صفحہ 737)

اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں۔

اوّل.... اعتکافِ واجب

دوم.... اعتکافِ سنت

سوم.... اعتکافِ مستحب

اعتکافِ واجب

اعتکاف واجب یہ ہے کہ کسی نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اتنے دن کا اعتکاف کروں گا اور اس کا وہ کام ہو گیا تو یہ اعتکاف کرنا واجب ہے اور اس کا پورا کرنا واجب ہے ادائیگی نہیں کی تو گناہ گار ہوگا۔ واضح رہے کہ اس اعتکاف کیلئے روزہ بھی شرط ہے، بغیر روزہ کے اعتکاف صحیح نہیں ہوگا۔

اعتکاف سنت

اعتکافِ سنت رمضان المبارک کے آخری عشرے میں کیا جاتا ہے یعنی بیسویں رمضان کو سورج غروب ہونے سے پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد (جائے اعتکاف) میں داخل ہو جائے اور تیسویں رمضان کو سورج غروب ہونے کے بعد یا انتیسویں (29ویں) رمضان کو عید الفطر کا چاند ہو جانے کے بعد مسجد (جائے اعتکاف) سے نکلے.... واضح رہے کہ یہ اعتکاف سنت موکدہ علی الکفایہ ہے یعنی اگر محلہ کے سب لوگ چھوڑ دیں گے تو سب تارکِ سنت ہوں گے اور اگر کسی ایک نے بھی کر لیا تو سب بری ہو جائیں گے۔ اس اعتکاف کیلئے بھی روزہ شرط ہے، مگر وہی رمضان المبارک کے روزے کافی ہیں۔

اعتکافِ مستحب

اعتکافِ مستحب یہ ہے کہ جب کبھی دن یا رات میں مسجد میں داخل ہو تو اعتکاف کی نیت کرلے۔ جتنی دیر مسجد میں رہے گا، اعتکاف کا ثواب پائے گا۔ یہ اعتکاف تھوڑی دیر کا بھی ہو سکتا ہے اور اس میں روزہ بھی شرط نہیں ہے، جب مسجد سے باہر نکلے گا تو اعتکافِ مستحب خود بہ خود ختم ہو جائے گا۔

مفسدات اعتکاف

O اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ.... اعتکاف کرنے والے کیلئے سنت یہ ہے کہ وہ (حالتِ اعتکاف میں) مریض کی عیادت کو نہ جائے اور نہ ہی نمازِ جنازہ میں شریک ہو اور نہ ہی عورت کے ساتھ مباشرت وجماع کرے اور نہ کسی کام کیلئے نکلے سوائے ضروری (طبعی اور شرعی) حاجتوں کے اور اعتکاف روزہ کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور اعتکاف ایسی مسجد میں ہوتا ہے، جہاں نماز باجماعت ہوتی ہو"۔ (سنن ابی داؤد، مشکوٰۃ المصابیح)

کسی شرعی عذر کے بغیر مسجد سے باہر نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ بول وبراز کیلئے اور نمازِ جمعہ کیلئے جانا شرعی عذر ہے.... وضو کیلئے اور غسل جنابت کیلئے جانا بھی عذر شرعی ہے.... کھانے، پینے اور سونے کیلئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہے اور اگر کوئی مریض کی عیادت کیلئے یا نمازِ جنازہ پڑھنے کیلئے مسجد سے باہر گیا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

اعتکاف کی قضاء

فقیہ الامت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ (متوفی 1252ھ) لکھتے ہیں کہ: "رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف ہر چند کہ نفل (سنت موکدہ) ہے، لیکن شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک دن کا اعتکاف فاسد کر دیے تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر پورے دس کی قضاء لازم ہے، جب کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اس پر صرف اسی ایک دن کی قضاء لازم ہے۔ (ردالمحتار: 2/131)

اعتکاف کی قضاء صرف قصداً وجان بوجھ کر ہی توڑنے سے نہیں بلکہ اگر کسی عذر کی وجہ سے اعتکاف چھوڑ دیا مثلاً عورت کو حیض یا نفاس آ گئے یا کسی پر جنون وبے ہوشی طویل طاری ہو گئی ہو تو اس پر بھی قضاء لازم ہے اور اگر اعتکاف میں کچھ دن فوت ہوں تو تمام کی قضا کی حاجت نہیں بلکہ صرف اتنے دنوں کی قضا کرے، اور اگر کل دن فوت ہوں تو پھر کل کی قضاء لازم ہے۔

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ گرمیوں کے موسم میں دس دن بغیر غسل کے گزارنا سخت تنگی کا باعث ہے۔ سارا جسم پسینہ سے شرابور ہو جاتا ہے اور گرمی وبدبو سے براحال ہو جاتا ہے تو کیا اس صورت میں یہ ممکن ہے کہ بدن کو ٹھنڈک پہنچانے کیلئے غسل کر لیا جائے، تو عرض یہ ہے کہ جس طرح روزے میں ایک گھونٹ پانی پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح اعتکاف میں ایک بار بھی بغیر حاجت انسانی اور ضرورتِ شرعیہ (مثلاً نمازِ جمعہ پڑھنا یا احتلام کے بعد غسل کرنا) کے نکلنے سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو سنت اعتکاف اور اس کی حقیقت اور روح پر عمل کرنے

کی توفیق عطافرمائے اورہمیں اس کی بے حساب رحمتوں اور برکتوں سے فیض یاب فرمائے۔آمین

اعتکاف کے فضائل ومسائل

اعتکاف رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ آپ ﷺ اعتکاف کا خوب اہتمام فرماتے تھے۔آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ ہر رمضان کے عشرۂ آخر (یعنی آخری دس روز) کا اعتکاف فرمایا کرتے اوراسی سنت کریمہ کوزندہ رکھتے ہوئے امہات المومنین رضی اللہ عنہن بھی اعتکاف کرتی رہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے سرتاج صاحب معراج ﷺ رمضان مبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات (ظاہری) عطا فرمائی، پھر آپ ﷺ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔(بخاری ومسلم)

1......رسول اللہ ﷺ نے ایک دن کے اعتکاف کے بارے میں فرمایا کہ جوشخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ایک دن کا اعتکاف کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل کردے گا جن کی مسافت آسمان و زمین کے فاصلے سے بھی زیادہ ہوگی۔ (کنزالعمال)

2......رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا جوشخص خالص نیت سے بغیر ریا اور بلاخواہش شہرت ایک دن اعتکاف بجالائے گا، اس کو ہزارراتوں کی شب بیداری کا ثواب ملے گا اوراس کے اور دوزخ کے درمیان فاصلہ پانچ سو برس کی راہ ہوگا (تذکرۃ الواعظین)

3......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جوشخص خالصاً لوجہ اللہ رمضان شریف میں ایک دن اورایک رات اعتکاف کرے تواس کوتین سوشہیدوں کا ثواب ملے گا (تذکرۃ الواعظین)

سبحان اللہ چند گھنٹوں کے اعتکاف کی اس قدر فضیلت ہے تو جو رمضان شریف میں پورے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے ہیں ان کی فضیلت کا کیا کہنا!

4......حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ ہوجاتا ہےاوراس کی تمام نیکیاں اسی طرح لکھی جاتی ہیں جیسے وہ ان نیکیوں کوخود کرتا رہا ہو (مشکوٰۃ شریف)

5......ایک مقام پر سرکار مصطفی ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان المبارک میں دس دن کا اعتکاف کرلیا توایسا ہے جیسے دوحج اور دوعمرے کئے۔(بیہقی شریف)

سبحان اللہ احادیث بالا کی روشنی میں ثابت ہوگیا کہ اعتکاف کی فضیلت اوراس کی اہمیت کا مقام کتنا بلند وبالا ہےاور اللہ رب العزت کس قدر اعتکاف کرنے والوں پر اپنا فضل فرماتا ہے۔اس لئے ہم سب مسلمان بھائیوں کو چاہئے کہ اگر کوئی معقول اور خاص مجبوری نہ ہوتو ماہ رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کی سعادت ضرور حاصل کریں۔اگر ہر سال نہ ہوسکے توکم ازکم زندگی میں ایک ہی بار صحیح مگر ضرور کرنا چاہئے۔

اعتکاف کے چند ضروری مسائل

اعتکاف کی تعریف

اعتکاف کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے واسطے مسجد میں ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں۔

1۔اعتکاف واجب، 2۔اعتکاف سنت، 3۔اعتکاف نفل یا مستحب

اعتکاف واجب

یہ نذر کا اعتکاف ہے، جیسے کسی نے اعتکاف کی نذر مانی تو اب نذر پوری ہونے پر جتنے دن کا کہا ہے، اتنے دن کا اعتکاف کرنا واجب ہوگیا۔اعتکاف واجب کے لئے روزہ شرط ہے، بغیر روزہ کے صحیح نہیں ہوگا (قانون شریعت)

اعتکاف سنت

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت موکدہ علی الکفایہ ہے۔یعنی پورے شہر میں سے

کسی ایک نے کرلیا تو سب کی طرف سے ادا ہوگا، اور اگر کسی ایک نے بھی نہ کیا تو سبھی مجرم ہوئے
(بہار شریعت بیان اعتکاف)

رمضان کے اعتکاف میں یہ ضروری ہے کہ رمضان المبارک کی بیسویں تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے پہلے مسجد کے اندر بہ نیت اعتکاف چلا جائے اور انتیس کے چاند کے بعد یا تیس کے غروب آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔ اگر غروب آفتاب کے بعد مسجد میں داخل ہوئے تو اعتکاف کی سنت موکدہ ادا نہ ہوئی بلکہ سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے مسجد میں داخل ہونا ضروری ہے (بہار شریعت)

اعتکاف کی نیت

رمضان شریف کے اعتکاف کی نیت اس طرح کریں

''میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے سنت اعتکاف کی نیت کرتا/ کرتی ہوں''

اعتکاف نفل

اس کے لئے نہ روزہ شرط ہے، نہ کوئی وقت کی قید ہے۔ جب بھی مسجد میں داخل ہوں، اعتکاف کی نیت کرلیں۔ جب تک مسجد میں رہیں گے، مفت بغیر محنت کے ثواب ملتا رہے گا۔ جب مسجد سے باہر نکلیں گے، اعتکاف ختم ہوجائے گا۔ اعتکاف کی نیت کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں، اگر دل ہی میں آپ نے ارادہ کرلیا کہ میں سنت اعتکاف کی نیت کرتا ہوں تو یہی کافی ہے۔ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا بہتر ہے۔ اپنی مادری زبان میں بھی نیت ہوسکتی ہے۔ اگر عربی زبان میں نیت آتی ہو تو بہتر و مناسب ہے۔

اعتکاف کی نیت عربی میں یہ ہے۔

نویت سنت الاعتکاف للہ تعالیٰ

ترجمہ: میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے سنت اعتکاف کی نیت کی۔

مسئلہ: مسجد کے اندر کھانے، پینے اور سونے کی اجازت نہیں ہوتی، مگر اعتکاف کی نیت کرنے کے بعد اب ضمناً کھانے، پینے اور سونے کی بھی اجازت ہوجاتی ہے، لہٰذا معتکف دن رات مسجد میں ہی رہے، وہیں کھائے، پیئے اور سوئے اور اگر ان کاموں کے لئے مسجد سے باہر ہوگا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: اعتکاف کے لئے تمام مساجد سے افضل مسجد حرام ہے۔ پھر مسجد نبوی شریف، پھر مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) پھر ایسی جامع مسجد جس میں پانچ وقت باجماعت نماز ادا کی جاتی ہو۔ اگر جامع مسجد میں جماعت نہ ہوتی ہو تو پھر اپنے محلہ کی مسجد میں اعتکاف کرنا افضل ہے (ردالمحتار)

مسئلہ: اعتکاف کا اہم ترین رکن یہ ہے کہ آپ اعتکاف کے دوران مسجد کی حدود ہی میں رہیں اور حوائج ضروریہ کے سوا ایک لمحہ کے لئے بھی مسجد کی حدود سے باہر نہ نکلیں، کیونکہ ایک لمحہ کے لئے بھی شرعی اجازت کے بغیر حدود مسجد سے باہر چلا جائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

مسجد کی حدود کا تعین

عموماً ہمارے اسلامی بھائی حدود مسجد کا مطلب ہی نہیں سمجھتے اور اس بناء پر ان کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لئے جب کسی اسلامی بھائی کا کسی مسجد میں اعتکاف کرنا کا ارادہ ہو تو سب سے پہلے یہ کام کرنا چاہئے کہ مسجد کے بانی یا متولی سے مسجد کے احاطہ کی ٹھیک ٹھیک حدود معلوم کرلیں اور خوب اچھی طرح حدود مسجد کا مطلب سمجھ لیں۔

دیکھئے! عام بول چال میں تو مسجد کے پورے احاطے کو مسجد ہی کہتے ہیں لیکن شرعی اعتبار سے پورا احاطہ مسجد ہونا ضروری نہیں بلکہ شرعاً صرف وہ حصہ مسجد ہوتا ہے جسے بانی مسجد نے مسجد قرار دے کر وقف کیا ہو۔ استنجا کی جگہ، نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ، امام وموذن اور خادم صاحبان کے حجرے پر شرعاً مسجد کے احکام جاری نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ خارج مسجد ہوتے ہیں۔ وضو خانہ بھی مسجد کا حصہ نہیں ہوتا، اس لئے معتکف کے لئے ضروری ہے کہ بغیر شرعی ضرورت کے وہاں نہ جائے۔

اسی طرح مسجد میں جوتے اتارنے کی جگہ، مسجد میں داخل ہونے کے زینے، بعض مسجدوں کے

صحن میں حوض بنا ہوتا ہے، وہ حوض اور بعض مسجدوں میں نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ بنی ہوتی ہے، وہ جگہ یہ سب کے سب خارج مسجد کہلاتے ہیں (فیضان سنت)

مسئلہ: بعض مساجد میں اصل مسجد کے بالکل ساتھ ہی بچوں کو قرآن پاک پڑھانے کے لئے مدرسہ بنایا جاتا ہے، اس جگہ کو بھی جب تک بانی مسجد نے مسجد قرار نہ دیا ہو، اس وقت تک معتکف کے لئے اس میں جانا جائز نہیں (ایضاً)

مسئلہ: دوران اعتکاف مسجد کے اندر ضرورتاً دینوی بات کرنے کی اجازت ہے، لیکن حتی الامکان دھیمی آواز کے ساتھ اور احترام مسجد کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہی بات کرنی چاہئے۔

مسئلہ: صحن مسجد اور اس کی چھت دونوں مسجد کا ہی حصہ ہیں، اس لئے چھت پر جانا اور صحن میں بیٹھنا جائز ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ چھت پر جانے کا راستہ مسجد کے اندر سے ہو اور اگر باہر سے ہے تو جائز نہیں۔ اگر جائے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (فیضان سنت بحوالہ فتاویٰ رضویہ)

نوٹ: فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ مسجد کی چھت پر بلا ضرورت چڑھنا مکروہ ہے کہ یہ بے ادبی ہے۔

''إِنَّآ أَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ صلے وَمَآ أَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ o ط لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ o ط تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ج مِنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلٰمٌ قف هِىَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ o''

بے شک ہم نے قرآن پاک شب قدر میں اتارا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیسی ہے؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے! اترتے ہیں اس میں فرشتے اور روح، اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر، یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور طلوع فجر تک رہتی ہے۔ (بیان القرآن، ۱۲/۱۱۱)

تشریح وتوضیح: اس سورت شریفہ میں سوال وجواب کے انداز میں ''شبِ قدر'' کی عظمت سے انسان کو واقف کرایا گیا ہے کہ: ایک ہزار مہینے یا ۸۳ تراسی برس کی عبادت بھی اس ایک رات کی

عبادت کی برابری نہیں کر سکتی۔

وجہ تسمیہ: اس رات کو ''شبِ قدر'' کیوں کہتے ہیں؟ اس کی دو وجہ بیان کی جاتی ہیں:

(۱) ''شبِ قدر'' فارسی لفظ ہے، جس کے معنی ہیں ''رات'' اور ''قدر'' یا تو تقدیر سے ہے جس کے معنی مقرر کرنا، تجویز کرنا، اور تقدیر الٰہی کے ہیں، تو شب قدر کے معنی تقدیر کی رات کے ہیں، اور بقول قتادہ اس رات میں ہر آدمی کا رزق وروزی مقرر کیا جاتا ہے، عمر لکھی جاتی ہے، ہر طرح کے فیصلے لکھ کر ذمہ دار فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں، ''لأنَّ اللّٰہَ تعالیٰ یُقَدِّرُ فِیْہَا مَا یَشَاءُ مِنْ أَمْرِہٖ'' اس لئے اسکو شبِ قدر کہتے ہیں۔ (القرطبی ۲۰/۱۳۰)

(۲) شبِ قدر کے معنی عزت وعظمت اور شرافت کے ہیں اور بقول ابوبکر ورّاق اس رات میں جو کتاب (قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر) اتاری، وہ بھی قابلِ قدر ہے اور جس پیغمبر پر اتاری وہ بھی قابلِ قدر ہے، اور جس امت پر اتاری وہ بھی امتوں میں سب سے بہتر امت ہے، تو ان قابلِ قدر چیزوں کی وجہ سے اس کو شبِ قدر کہتے ہیں، جس کے معنی ہوئے عظمت والی رات۔ (القرطبی ۲۰/۱۳۱)

فضائل شبِ قدر:

(۱) اسی رات میں فرشتوں کی پیدائش ہوئی۔ (مظاہر حق جدید ۲/۶۸۰)

(۲) اسی رات جنت میں درخت لگائے گئے (ایضا)

(۳) اسی رات حضرت آدم کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا (ایضا)

(۴) اسی رات بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔ (درمنثور)

۵) اسی رات حضرت عیسی علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے (درمنثور)

(۶) اس رات میں بندوں کی توبہ قبول ہوتی ہے (درمنثور)

(۷) اس رات میں آسمان کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔

(۱۰) عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ: اس رات میں رزق، بارش، زندگی، یہاں تک کہ اس

سال حج کرنے والوں کی تعداد، لوح محفوظ سے نقل کر کے، فائلیں فرشتوں کے حوالہ کردی جاتی ہیں۔ ''یُکْتَبُ حَاجُّ بَیْتِ اللّٰہِ'' (اَلقرطبی ۲۰/۱۳۰)

(۱۱) اس رات میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر پورا قرآن کریم نازل ہوا۔ (مظاہرحق)

(۱۲) اس رات میں آسمان سے بکثرت فرشتے اترتے ہیں جو مؤمنوں کو سلام کرتے ہیں، مصافحہ کرتے ہیں، ان کے لئے دعاءِ خیر کرتے ہیں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں۔ ''لایلقون فیھا مؤمنا مؤمنۃ اِلاسلمو علیہ'' (تفسیر اَبی السعود ۸/۴۱)

(۱۳) حضرت ابوہریرۃؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ: جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے نیز شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کرے، تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

(۱۴) حضرت انسؓ فرماتے ہیں: کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ: تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا، گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا ''مَنْ حُرِمَہَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَیْرَ کُلَّہٗ'' اِبن ماجہ، کتاب الصیام، رقم الحدیث ۱۶۴۴)

(۱۵) حدیث شریف میں وارد ہے کہ اس رات میں طلوع فجر تک شیطان نہیں نکلتا اور نہ کسی کو فتنہ وفساد میں مبتلا کرسکتا ہے، ''لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّصِیْبَ فِیْہَا اَحَداً بِخَبْلٍ وَلَا بِشَیْءٍ مِّنَ الْفَسَادِ'' دیگر راتوں میں رحمتیں اور برکتیں، آفات اور مصیبتیں دونوں نازل ہوتی رہتی ہیں، مگر شب قدر میں سعادتیں، رحمتیں اور انعامات ربانی کا ہی نزول ہوتا ہے۔ ''لَا یُقَدَّرُ فِیْہَا اِلَّا السَّعَادَۃُ وَالنِّعَمُ'' (صاوی ۴/۳۴۶)

(۱۶) شبِ قدر کی ساری رات فضیلت والی ہے۔

شبِ قدر کی علامات:

(۱) حضرت انسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ: وہ رات نورانی اور چمکدار ہوتی

ہے نہ زیادہ گرم، نہ زیادہ ٹھنڈی۔

(۲) اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے (رات میں آسمان پر انگارہ اور شعلہ سا جو بھاگتا ہوا نظر آتا ہے وہ اس رات میں نہیں ہوتا)۔

(۳) شب قدر کی صبح کو نکلنے والا سورج چاند کے مانند، شعاؤں و کرنوں کے بغیر طلوع ہوتا ہے۔

(۴) سمندر کا کڑوا پانی بھی اس رات میں میٹھا پایا گیا ہے۔ ''عَذُبَۃُ الْمَاءِ الْمِلْحُ'' (الدرالمنثور ۸/۵۳۳)

(۵) اس رات میں انوار کی کثرت ہوتی ہے۔ ''کَثْرَۃُ الْاَنْوَارِ فِیْ تِلْکَ اللَّیْلَۃِ'' (اَلقرطبی ۲۰/۱۳۰)

(۶) اس رات میں کتے کم بھونکتے ہیں اور گدھے بھی کم بولتے ہیں۔ ''قِلَّۃُ نَبْحِ الْکِلَابِ وَنَہِیْقِ الْحِمَارِ'' (صاوی ۴/۳۴۷)

شبِ قدر کے بارے میں تجربات وقیاسات:

متعین طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ رات کونسی تاریخ میں ہے، البتہ رمضان المبارک اور اخیر عشرہ میں ہونے کا رجحان زیادہ ہے، بعض حضرات نے اپنے تجربات، قیاس، فطری ذہانت کی وجہ سے کچھ تحریر کیا ہے جو افادہ کے لئے پیش خدمت ہے۔

(۱) حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: شب قدر ستائیسویں رمضان کو ہی ہوتی ہے اور حسن اتفاق یہ کہ سورہ قدر کے کلمات تیس ہیں اور رمضان کے مہینے کی زیادہ سے زیادہ تعداد بھی تیس دن ہے اور سَلَامٌ ہِیَ کا (ہِیَ) جس سے مراد شب قدر ہے اس کا نمبر بھی ستائیس ہے جس کی وجہ سے بعض حضرات ستائیسویں کے قائل ہیں، ''وَاتَّفَقَ اَنَّ کَلِمَۃَ ھِیَ تَمَامُ سَبْعَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ'' (ایضا)

(۲) قیاس ہے کہ شب قدر کو عربی میں ''لَیْلَۃُ الْقَدْرِ'' کہتے ہیں جس کے حروف نو ہیں اور ''لَیْلَۃُ الْقَدْرِ'' اس سورت میں تین بار آیا ہے اور جب تین کو نو میں ضرب دیں گے تو پھر بھی تعداد ستائیس ہی

نکلتی ہے ۲۷ = ۳*۹ ''وَثَلَاثَۃٌ فِیْ تِسْعَۃٍ بِسَبْعَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ'' (ایضا)

(۳) ابن العربی اور احمد مرزوق وغیرہ کا فرمان یہ ہے کہ: ماہ رمضان کے آخر میں اگر جمعہ اکائی راتوں مثلا: ۲۵، ۲۷، ۲۹، میں آرہا ہے تو جمعہ سے پہلی والی رات ہی شب قدر ہوا کرتی ہے۔'' لَا تُفَارِقُ لَیْلَۃً مِّنْ اَوْتَارِ آخِرِ الشَّھْرِ'' (ایضا)

(۴) ابوحسن شاذلی جیسے صاحب کشف وکرامت بزرگ سے منقول ہے کہ: رمضان اگر سنیچر سے شروع ہورہا ہے تو شب قدر ۲۳ ویں شب کی ہوگی، اگر اتوار کے روز شروع ہورہا ہے تو ۲۹ کو، اور اگر پیر کے روز شروع ہورہا ہے تو ۲۱ کو، اگر منگل کے روز شروع ہورہا ہے تو ۲۵ کو، اگر جمعہ کو شروع ہورہا ہے تو ۱۷ کو، ''ضَبَطَھَا اَوَّلِ شَھْرٍ مِّنْ اَیَّامِ الْاُسْبُوْعِ'' (ایضا)

شبِ قدر کی دعاء:

یہ رات دعاء کی قبولیت کی رات ہے اپنے لئے، دوست واحباب کے لئے، اور والدین کے لئے، تمام گزرے ہوئے لوگوں کے لئے دعاء مغفرت کرنی چاہئے، اور سفیان ثوری کے نزدیک اس رات میں دعاء میں مشغول ہونا سب سے بہتر ہے'' اَلدُّعَاءُ فِیْ تِلْکَ اللَّیْلَۃِ اَحَبُّ مِنَ الصَّلٰوۃِ'' (روح المعانی) اور دعاؤں میں سب سے بہتر وہ دعا ہے جو حضرت عائشہؓ سے منقول ہے: اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے تو مجھے بھی معاف فرمادے، ''اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ'' ترمذی رقم ۳۸۲۲)

شبِ قدر کے اعمال:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس رات میں تلاوت، نماز دعاء وغیرہ منقول ہیں، اس لئے مناسب یہ ہے کہ بقدر استطاعت، تلاوت نماز وغیرہ میں مشغول رہے، ان سورتوں اور آیتوں کی بھی تلاوت کرے جن کے بارے میں کثیر ثواب کی خوشخبری دی گئی ہے، ''وَیَتَخَیَّرُ مَا وَرَدَ فِیْ قِرَاءَتِہٖ کَثْرَۃُ الثَّوَابِ'' (صاوی ۴/۳۳۷)

مثلا: (۱) سورۃ بقرہ وآل عمران کی آخری آیتیں جن کا پڑھنا ایک رات کی عبادت کے برابر ثواب

رکھتا ہے۔ (ایضاً) (ترمذی ۳۰۹۹)

(۲) آیۃ الکرسی، جس کو قرآن کی افضل آیات ہونے کا شرف حاصل ہے، اور جس کا پڑھنے والا مرتے ہی جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔ (صاوی ۴/۳۳۷)

(۳) سورۂ زلزال، جس کے پڑھنے کا ثواب آدھے قرآن کے برابر ہے۔ ''تَعْدِلُ نِصْفَ الْقُرْآنِ'' (ترمذی ۳۱۱۷)

(۴) سورۂ اخلاص، جس کا ثواب تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ''تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ'' (ابوداؤد رقم ۱۴۶۱)

(۵) سورۂ کافرون، جس کے پڑھنے کا ثواب چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ ''تَعْدِلُ رُبُعَ الْقُرْآنِ'' (ترمذی ۳۱۱۷)

(۶) سورۂ نصر: جس کے پڑھنے کا ثواب بھی چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (ترمذی ۳۱۱۶)

(۷) سورۂ یس، جو قرآن کا دل ہے جس کا پڑھنے والا بخش دیا جاتا ہے، اور جس کا پڑھنا دس قرآن کے برابر ثواب رکھتا ہے۔ ''مَنْ قَرَأَ یٰسٓ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِقِرَاءَتِھَا قِرَاءَۃَ الْقُرْآنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ'' (ترمذی عن انس، رقم ۳۱۰۶)

(۸) بکثرت استغفار پڑھے، نیز ''سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کی تسبیحات پڑھے ''وَیُکْثِرُ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ وَالتَّسْبِیْحِ وَالتَّحْمِیْدِ وَالتَّھْلِیْلِ'' (صاوی ۴/۳۳۷)

(۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔ (ایضاً)

(۱۰) اپنے لئے اور دوستوں، رشتہ داروں کے لئے پسندیدہ دعائیں مانگیں۔ (ایضاً)

(۱۱) مُردوں کے لئے بخشش ومغفرت کی دعائیں کریں۔ (ایضاً)

(۱۲) اپنے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، اعضاء وجوارح کی گناہوں سے حفاظت کرے، ''وَیَحْفَظُ جَوَارِحَہٗ عَنِ الْمَعَاصِیْ'' (ایضاً)

(۱۳) اپنی وسعت وگنجائش کے مطابق صدقہ کرے ''وَیَتَصَدَّقُ بِمَا تَیَسَّرَ لَہٗ'' (ایضاً)

(۱۴) ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ ، سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ''

آدمی کسی بھی رات میں اس کو تین دفعہ پڑھ لےتو اس کو شبِ قدر کے برابر ثواب ملتا ہے، اس لئے اس کو ضرور پڑھیں۔ ''مَنْ قَالَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ کَانَ کَمَنْ اَدْرَکَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ'' (کنز العمال ۲/۱۰۰، رقم ۳۸۶۵، مرسلاً عن الزہری)

اے خواجہ چہ پرسی ز شب قدر چہ نشانی

ہر شب شب قدر است گر تو قدر بدانی

نصیحت: ان راتوں میں جس قدر ہو سکے نفل نماز، تلاوت قرآن یا ذکر و تسبیح میں مشغول رہیں۔ ان راتوں کو جلسوں، تقریروں میں صرف کرنا بڑی محرومی میں داخل ہے۔ تقریریں تو ہر رات میں ہو سکتی ہیں، لیکن عبادت کا یہ وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔

پیغام: پہلی امتوں کی عمریں لمبی لمبی ہوتی تھی، اب دنیا بوڑھی ہو چکی ہے لوگوں کی عمریں بھی کم سے کم تر ہوتی جا رہی ہیں، اوسط عمر ۶۰/۵۵ سال بھی کسی کو ملے تو کیا، عمر کے پہلے بیس سال تو لہو لعب، کھیل کود کی نظر ہو جاتے ہیں، بیس سے چالیس تک زمانہ مظبوطی اور قوت کا ہوتا ہے اور یہ زمانہ دراصل کچھ کرنے کا ہے، اسی زمانہ کی عبادت خدا کو محبوب بھی ہے مگر جوانی، دیوانی ہوتی ہے، اس زمانہ میں آدمی نفس و شیطان، اور ہویٰ و ہوس کا بندہ بنا رہتا ہے، الا یہ کہ کسی پر فضل ربانی ہو، صحبت صالحین میسر ہو۔

رہا چالیس سال کے بعد کا زمانہ، تو وہ ہوش کا زمانہ شمار ہوتا ہے، آدمی ذخیرۂ آخرت کرنا چاہتا ہے، مگر اب قویٰ کمزور، کرنا بھی چاہے تو، اَعذار و امراض، کمزوریاں و بیماریاں اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں، اسی کمی کو پورا کرنے کے لئے لاڈلے حبیب، شہِ دوسرا کی امت کو ''شبِ قدر'' سے نوازا گیا ہے کہ ایک رات کی عبادت بھی کسی خوش نصیب، قسمت کے دھنی کو مل گئی تو کم از کم تر اسی سال کی عبادت کا ثواب تو مل ہی گیا۔

اس لئے امت مسلمہ کا فرض ہے کہ اس رات کے حاصل کرنے میں بھرپور کوشش کریں، یہ عطیۂ خداوندی ہے اس کی قدر کریں، انعام ربانی ہے اس کو خوب خوب وصول کریں، اس تحفہ سے محرومی گویا ساری ہی خیر سے محرومی ہے۔

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سائے تلے

حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سائے تلے

ہر آدمی کو چاہئے کہ اہتمام کے ساتھ روزانہ مغرب وفجر کی نماز با جماعت ادا کرے اور اوپر لکھے گئے اعمال کو اپنے روزمرہ کے معاملات، اذکار و وظائف میں شامل رکھے۔

رمضان المبارک، اخیر عشرہ، اکائی راتیں، ۲۷ ویں شب وغیرہ کو غنیمت جان کر ہاتھ سے نہ جانے دے، دعاء ہے کہ باری تعالیٰ اپنے حبیب اور لطفِ عمیم کے طفیل امتِ محمدیہ کے کسی بھی فرد کو اس رات سے محروم نہ فرمائے، اور راقم الحروف (محمد رضا مرکزی) کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ ''آمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِحَقِّ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ''

زکوۃ کے اہم مسائل

علم الاقتصاد یا تمدن یا پولیٹیکل اکانوی کا سب سے مشکل مسئلہ یہ ہے کہ افراد قوم میں بلحاظ فقر و دولت کیوں کر ایک تناسب قائم کیا جائے، حکیم سولون کے عہد سے لے کر آج تک کوئی انسانی دماغ اس عقیدہ کی گرہ کشائی نہیں کر سکا۔ یورپ میں نہلسٹ جن کا مقصد یہ ہے کہ اراضی سکنی و زرعی کی ملکیت و پیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے۔ سوشلسٹ جن کا مقصد یہ ہے کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اٹھا دیا جائے، اور جمہور کی ملک میں کر دیا جائے۔ فرقے اس لیے پیدا ہو گئے کہ اس مسئلہ کا حل کر سکیں۔

املاک پر سے حق ملکیت مالکان کا اٹھا دیا جانا اس قدر عملاً محال ہے۔ کہ دنیا میں کبھی بھی اس کا رواج نہ ہوگا۔ اسی لیے قرآن مجید نے اس بارہ میں پہلے سے فیصلہ کر دیا ہے:

{وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِهِمْ عَلٰی

مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ} (النحل: ۷۱)

رزق میں اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کو برتری دی ہے، اور جن کو یہ برتری ملی ہے، وہ اپنا حصہ ان لوگوں کو جن کے وہ مالک ہو چکے ہیں، (اس لیے) واپس نہی کریں گے۔ کہ سب آپس میں برابر ہو جائیں۔ اسلام نے جو مسلمانوں کو دنیا کی برترین متمدن قوم بنانا چاہتا ہے، اس مسئلہ پر توجہ کی اور اسے ہمیشہ کے لیے طے کر دیا، اور اسی کا نام فرضیت زکوٰۃ ہے۔

۲: زکوٰۃ ۲ھ میں مسلمانوں پر فرض ہوئی، نبی ﷺ کا نیک اور رحیم دل پہلے ہی سے مساکین اور غرباء کی دست گیری ہر مسلمان کو خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی تھی، اور ان کی ہمدردی کو غرباء کا رفیق بنایا جاتا تھا، اور مسلمان اس پاک تعلیم کی بدولت غرباء و مساکین کے لیے بہت کچھ کیا بھی کرتے تھے، تاہم ایسا کوئی قاعدہ مقرر نہ تھا۔ جس پر بطور آئین وضبط کے عمل کیا جاتا ہو۔ اس لیے دولت مند جو کچھ بھی کرتے تھے، اپنی فیاضی و نیک دلی سے کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض اور اسلام کا ایک رکن کلمہ شہادت اور نماز کے بعد قرار دیا۔

زکوٰۃ:......درحقیقت اس صفت ہمدردی اور رحم کے استعمال کا نام ہے جو انسان کے دل میں اپنے بنائے جنس کے ساتھ قدرتاً و فطرتاً موجود ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے ادا کرنے والے کو یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ مال کی محبت اخلاقِ انسانی کو مغلوب نہیں کر سکتی اور بخل امساک کے عیوب سے انسان پاک رہتا ہے اور یہ فائدہ بھی کہ غریب اور مساکین کو وہ اپنی قوم کا جز و سمجھتا رہتا ہے، اور اس لیے بے حد دولت کا جمع ہونا بھی اس میں تکبر اور غرور پیدا نہیں ہونے دیتا۔ اور یہ بھی فائدہ ہے کہ غرباء کے گروہ کثیر کو اس کے ساتھ ایک انس و محبت اور اس کی دولت و ثروت کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی پیدا ہو جاتی ہے، کیوں کہ وہ اس کے مال میں اپنا ایک حصہ موجود و قائم سمجھتے ہیں، گویا دولت مند مسلمان کی ایک ایسی کمپنی کی مثال پیدا کر دیتی ہے جس میں ادنیٰ اور اعلیٰ کے حصے دار شامل ہوتے ہیں۔

قوم کو یہ فائدہ ہے کہ بھیک مانگنے کے رسم قوم سے بالکل مفقود ہو جاتی ہے، اسلام نے مساکین کا

حق اُمراء کی دولت میں بنام زکوٰۃ اموال نامیہ یعنی ترقی کرنے والے مالوں میں مقرر کیا ہے، جن میں سے ادا کرنا کبھی ناگوار نہیں گزرتا۔ اموال نامیہ میں تجارت، زراعت اور مویشی و بھیڑ، بکری، اونٹ، گائے، نقدی، معاون اور دفائن شمار ہوتے ہیں۔ اب یہ دکھلانا ضروری ہے کہ جو نقد وجنس زکوٰۃ سے حاصل ہوا اس کے مستحق کون کون لوگ ہیں، قرآن مجید میں ہے:

{اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ} (التوبہ: ۶۰)

زکوٰۃ اور صدقات کا مال (نمبر۱) فقیروں (نمبر ۲) مسکینوں کے لیے ہے۔ فقیروں اور مسکینوں کا فرق کتب فقہ میں دیکھو۔ (نمبر ۳) تحصیلداران زکوٰۃ کے لیے جن کی تنخواہیں ادا ہوں گی (نمبر ۴) اور ان لوگوں کے لیے جن کی دل افزائی اسلام میں منظور ہوں، یعنی نومسلم لوگ۔ (نمبر ۵) غلاموں کو آزادی دلانے کے لیے (نمبر ۶) اور ایسے قرض داروں کا قرضہ چکانے کے لیے جو قرض نہ اتار سکتے ہوں، (نمبر ۷) اور اللہ کے رستہ میں یعنی دیگر نیک کاموں کے لیے اس کی تفصیل بھی کتب فقہ میں دیکھئے اور (نمبر ۸) اور مسافروں کے لیے ہے، جن آٹھ مدات پر زکوٰۃ تقسیم کی گئی ہے، اس سے ظاہر ہے، کہ زکوٰۃ کی فرضیت سے ملک اور قوم اور افراد کی نوعی وشخصی ضروریات تو کسی خوبی سے پورا کر دیا گیا ہے۔ (رحمۃ للعالمین: ص ۲۳۰)

شرفیہ:......فہلسٹ کا مقصد یہ، کہ جملہ املاک امتیازات پر افراد و قوم کے مساوی حق تصرف و مسوی حق ملکیت ہو۔ سوشیالسٹ کا مقصد یہ ہے کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اٹھا دیا جائے اور جمہور کی ملکیت میں کر دیا جائے، نیشلسٹ کا مقصد یہ ہے، کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اٹھا دیا جائے اور جمہور کی ملکیت میں کر دیا جائے، نیشلسٹ کا مقصد یہ ہے کہ اراضی سکنی و زرعی کی ملکیت و پیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے، میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خالقیت، رزاقیت، الوہیت، وحدانیت وارسال رسل وغیرہ صفات کے قائل نہیں جو ان کو قرآن مجید یا حدیث نبویہ سے قائل کیا جائے، لہٰذا ان پر برہان عقل پیش کیا جا سکتا ہے، وہ یہ کہ ان سب اقوال

کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی شخص کا کسی امر ملکیت اراضی و اسباب معیشت وغیرہ کل شے میں شخصی حق
تصرف نہیں صرف جمہور یا حکومت کا حق ہے، جس کو جتنا چاہے دے باقی سب پر در تصرف بند
ہے، سو یہ قول بالکل خلاف عقل ہے، کہ اولاً: تو یہ مساوات اس امر پر موقوف ہے کہ تمام افراد قوم
عقل و ہمت خلق قوت کسب انتظام نفسانی خواہش وغیرہ امور نظام صالح میں یکساں ہو، اور تجربہ
شاہد عدل ہے کہ مساوات قطعاً ثابت نہیں۔ ان میں بے حد اختلاف ہے، اگر اختلاف نہ ہو تو پھر
حکومت کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ حکومت بے کار ہے اور یہ امر بھی بدنیتی ہے، لہٰذا مساوات
ناممکن ہے، دوم: جب مزاجوں میں اختلاف شدید ہے، تو فساد فی الارض لازم ہے، پھر اگر جمہور
یا حکومت نے جبراً ان کو دبا کر ان کی خواہشات سے روکا تو ان کا قانون مساوات ٹوٹ گیا کہ جبراً
ان کے حق مساوات کو سلب کیا، ثابت ہوا کہ ان کا یہ قانون باطل ہے، اس لیے کہ اگر تمام افراد
قوم امور مذکورہ بالا میں یکساں ہوتے تو واقعی ملکیت املاک و حق تصرف تمام اشیاء میں مساوات
کے مستحق ہوتے: ((وَاِذْ لَيْسَ فَلَيْسَ)) سوم: اگر تمام افراد قوم کی رضامندی سے ہر شخص کو صحیح طور
رپ جمہور کی انتخاب یعنی ارباب حکومت کا ہو تو واقعی حکومت کا ان پر حکم بجا ہے، مگر جب ثابت ہو
چکا کہ سب کے مزاجوں میں امور مذکورہ بالا میں اختلاف شدید ہے تو رضامندی سے سب کا
اتفاق ناممکن ہے، اور جبر سے ان کا قانون مذکورہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ؎

بات وہ منہ سے کہی ہے کہ بنائے نہ بنے
بوجھ وہ سر پہ لیا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے

چہارم: املاک و اسباب معیشت میں ہر شخص کا سامان ضروری لباس مرکب مکان رہائش۔ حتی کہ
مل منافعہ بضعہ یعنی تصرف زوجہ پر بھی ایک قسم کی ملکیت ہے، پھر کیا ہر شخص کو افراد قوم سے اختیار
ہے کہ جب چاہے اشیاء مذکورہ میں سے جس شخص کا ان پر قبضہ ہے، وہ بھی اس پر قابض ہو جائے،
اور اپنے تصرف میں لائے۔ حتی کہ اس کی زوجہ کو بھی اس لیے کہ ہر شخص کا ہر شے میں حق تصرف
مساوی ہے، ترجیح کی کوئی وجہ نہیں۔ پھر اگر حکومت روکے تو ان کے حق تصرف کو سلب کرنا ظلم ہے،

اور قانون بھی ٹوٹتا ہے، اور اگر نہ روکے تو فساد فی الارض لازم ہوتا ہے، اسی فساد فی الارض کی
اصلاح اور نظام صالح کے لیے اللہ تعالیٰ دنیا میں انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کرتا رہتا ہے، اگر انسا
نی عقل ہی نظام صالح کے لیے کافی ہوتی تو پھر ارسال انبیاء کی ضرورت نہ ہوتی۔ ((وَاِذْ لَيْسَ
فَلَيْسَ)) پنجم: اگر کوئی شخص اشیائے مذکورہ بالا میں سے جو ارباب حکومت کے تصر میں ہیں، ان کی
بلا اجازت ان پر اپنا قبضہ کر لے تو کیا ارباب حکومت اس کو روا رکھیں گے، اور گوارا کریں گے، ہر
گز نہیں، تو کیوں اس لیے ہر شخص کا افراد قوم میں سے ہر شئے پر خواہ کسی کی ہو، ارباب حکومت
ہوں، یا کوئی اور یکساں ہر شے میں حق تصرف مسوی ہے، کسی کی تخصیص نہیں، ورنہ ترجیح بلا مرجح
ہے، جو باطل ہے، ششم جب ثابت ہو چکا کہ تمام افراد قوم کے مزاجوں اور خواہشوں میں شدید
اختلاف ہے، اور رضامندی سے قوانین مذکورہ بالا پر صحیح انتخاب ناممکن ہیں تو پھر جمہور کی حکومت
ہی خلاف عقل صریح ظلم ہے کہ بلا وجہ سب پر حکومت کریں، جب کہ ان کو کسی پر فوقیت کی کوئی وجہ
نہیں تو یہ مساوات نہ ہوئی۔ صریح ظلم اور بے انصافی اور مساوات کا ابطال ہوا۔ ہفتم۔ اگر بالفرض
ان قوانین مذکورہ بالا پر عمل کیا جائے، تو پھر ہر شخص کی محرمات ابدیہ کے علاوہ اس کی وجہ پر بھی ہر
شخص کا حق تصرف ثابت ہوگا، تو پھر حلال و حرام زادہ میں کیا فرق ہوگا۔ کچھ بھی نہ ہوگا۔ کسی کی
نسل صحیح نہ ہوگی۔ حرام زادگی کے علاوہ دیوثی کا بازار بھی گرم ہوگا۔ اخلاق حسنہ کا نام و نشان نہ ہو
گا۔ بدمعاشی سے فساد فی الارض کا دور دورہ ہوگا۔ پھر ایسے بدمعاشوں پر قیامت قائم ہوگی۔ جیسا
کہ احادیث سے ثابت ہے، کوئی ان سے پوچھے کہ جب اللہ تعالیٰ کی ہستی اور خالقیت وغیرہ
شرائع کے قائل نہیں تو بتائیے آپ ماں، بہن، بیٹی اور بیوی وغیرہ میں کیا فرق ہے کہ بعض سے رفع
حاجت یا خواہش نفسانی جائز اور بعض سے ناجائز تو پھر اس پر کون سا برہان عقل ہے، ((بَيِّنُوْا اِنْ
كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ)) ہشتم: جب یہ لوگ دہریہ ہیں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت خالقیت رزاقیت قیامت
وغیرہ کے قائل ہی نہیں، تو پھر ان میں خدا ترسی یا رغبت ثواب یا خوف عذاب نہ ہوگا۔ اور
خواہشات نفسایہ اور شہوات کا زور ہوگا۔ تو وہ بلا خوف بدمعاشی کریں گے۔ چنانچہ ارباب حکومت

ہی سب سے زیادہ حصہ اس میں لیں گیں۔تو پھر مساوات کہاں رہے گی۔اور ابھی تجربہ کر کے دیکھ لیجئے۔جہاں اس کا چرچا ہے وہاں رعایا کو حکومت نے قید کر رکھا ہے، املاک جبراً سلب کر لیے ہیں، ذرا کسی نے انکار کیا مار مار کر بھس بھر دیا۔سخت سے سخت سزا قید وغیرہ دی۔ان کی سری آزادی سلب کر رکھی ہے، جو چاہتے ہیں، کرتے ہیں، اور وہ بے چارے بے بس ہیں۔نہم: اول تو یہ لوگ حلال وحرام جائز وناجائز کو جانتے ہی نہیں۔نہ یہ جانتے ہیں کہ انصاف وعدل کیا ہے، اور بے انصافی وظلم کیا ہے، اس لیے کہ ان امور کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جان سکتا کہ آپس میں ایک دوسرے سے کیا کیا حقوق ہیں، کیا کیا مراتب ہیں، عدل کیا ہے ظلم کیا ہے، عدل اور ظلم کا علم مراتب حقوق پر موقوف ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، جا خالق الکل ہے، ایسے ہی مساوات کا علم بھی اسی کو ہے، اس لیے کہ یہ حقوق مراتب، اس کے علم پر موقوف ہیں، اور یہ اسی وحدہٗ لا شریک لہ کو حاصل ہیں، اسی لیے اس نے انبیاء کو بھیج کر ان پر کتب نازل کر کے سب امور کی تفصیل بتادی، جو قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں ہے بس مساوات عقلی بھی اور شرعی بھی کہ ہر ذی حق کو جس جس کو اللہ تعالیٰ نے جو جو حقوق عطا کیے ہیں وہ ان کو دیئے جائیں، یہ ہے انصاف اور مساوات وہم۔یہ لوگ جن قوانین پر چلانا چاہتے ہیں کیا یہ تاریخ سے ثابت کر سکتے ہیں، جہاں کہیں بھی شبہ ہو گا وہاں صریح جبر واستبداد وظلم ثابت ہو گا، اور بس یہ قوانین کیا ہیں، وسواس شیطانین ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کا علاج بتایا ہے۔پڑھو:۔{رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنَ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَحْضُرُوْنَ} وایضاً{قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰـهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ}

روٹی کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے اسلام نے بڑے اہم پروگرام بنائے ہیں، جب سوسائٹی غیر منظم ہو تو خیرات پر زور دیا ہے، اور ساتھ ہی زکوٰۃ کے ذریعے دولت کی بہتر تقسیم کی صورت پید اکی ہے، یہاں تک زور دیا ہے کہ قرب وجواب کے ننگوں اور بھوکوں کو کھانا کپڑا دینے کو اللہ تعالیٰ

نے خود اللہ کو کھانا کپڑا دینے کے مترادف قرار دیا ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پوچھے گا، میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہیں دیا تھا۔اس پر لوگ کہیں گے کہ اے اللہ تو تو بھوک سے بے نیاز ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو بھوکا ہو۔اللہ تعالیٰ کہے گا کہ میرے بندے بھوکے تھے، تو گویا میں ہی بھوکا تھا، ان کو تم نے کھانا نہیں دیا گویا مجھے نہیں دیا۔اسی روٹی کے مسئلے پر زور دینے کے لیے ((اَلْخَلْقُ عَيَالُ اللّٰهِ)) ’’خلق اللہ کا خاندان ہے۔‘‘ کا مسئلہ پیش کیا گیا۔یہاں ایک اور اصولی بات کی طرف اشارہ ضروری ہے، قرآن کی ایک آیت ہے:

{وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا}

’’زمین پر کوئی ذی حیات چلنے والا ایسا نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے۔‘‘

اس آیت کا رائج الوقت مطلب تو ظاہراً غلط ہے، کیونکہ ۱۹۴۳ء کے بنگال کے قحط میں ۴۵ لاکھ آدمی بھوک سے مر گئے، ان میں مسلم ومشرک، نیک وبد، عورت اور بچے سب ہی تھے، اور یوں بھی دنیا کے ہر گوشہ میں آج کل کھانا نہ ملنے سے مرا ہی کرتے ہیں، معلوم ہوا کہ جو مطلب آیت کا لیا گیا وہ غلط تھا، اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر رزق کی ذمہ داری ضرور ہے، مگر یہ ذمہ داری خلافت الٰہیہ کے ذریعہ پوری ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر خلیفۃ اللہ بنایا ہے۔

{اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً}

’’ہم نے زمین پر انسان کو اپنا نائب بنایا۔‘‘

یا زمین پر خلاف الٰہیہ قائم کرنی چاہیے، اس خلافت الٰہیہ پر رزق کی ذمہ داری آجاتی ہے، یاد رہے کہ یہ ذمہ داری انسان پر بحیثیت مجموعی عائد ہوتی ہے، انسان کا فرض ہے کہ وہ قوانین الٰہی کے مطابق اپنا نظام درست کرے، اگر وہ ایسا کرے گا، تو بنی نوح انسان میں جو روٹی کا سوال حل ہو جائے گا، اور ہر انسان کے رزق کی ذمہ داری قانون الٰہی کے مطابق پوری ہوتی ہرے گی، لیکن اگر انسان نے بغاوت کی، اور اللہ کے خلاف نظام طاغوتی بنانا شروع کر دیا تو یہ ذمہ داری پوری کرنے والوں کی مشنری ٹوٹ جاتی ہے، اور بھوک کی مصیبت عذاب بن کر نازل ہونے لگتی ہے،

سوسائٹی کو سزا ملتی ہے، جن قوانین الٰہیہ پر چلنا رزق کے عام حصول کے لیے خلافت الٰہیہ کے اصول پر ضروری تھا کہ ان کے توڑنے سے قحط واقع ہو جاتا ہے، اور لوگ مرتے ہیں، قحط عموماً بلکہ ہمیشہ انسانوں کا بنایا ہوا ہوتا ہے، جو قحط برسات کی کمی کے باعث پڑتا ہے، اس کی ذمہ داری بھی حضرت انسان پر آتی ہے، کیوں کہ ہو آبپاشی کے دوسرے ذرائع نقل وحمل کے وسائل نہیں استعمال کرتا۔ تصور یہ ہے کہ انسان اپنی قسمت کا خود مالک ہے، اللہ تعالیٰ نے خلافت الٰہیہ کے قوانین بنا دیئے ہیں، ان پر عمل کرنے کے بعد دنیا میں کوئی بھوکا نہیں رہ سکتا، جب سوسائٹی غیر منظم ہو یعنی روتی کا مسئلہ الجھا ہوا ہو تو ضروری امداد (ریلیف) کے لیے قرآن نے بھی اور حدیث میں بھی بھوکوں کو کھانا کھلانے کی اہمیت نماز سے زیادہ رکھی ہے، قرآن کی مشہور آیت ہے:

{لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ لٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ الۡمَلٰٓئِكَةِ وَ الۡكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الۡقُرۡبٰى وَ الۡيَتٰمٰى وَ الۡمَسٰكِيۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِيۡلِ وَ السَّآئِلِيۡنَ وَ فِى الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ}

’’ایمان یہ نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو، بلکہ ایمان تو یہ ہے کہ آدمی اللہ پر ایمان لائے، اور یوم آخر ملائکہ اور کتاب اور نبیین اور اپنا مال اللہ کی محبت میں ذوی القربیٰ والیتیمی والمساکین مسافروں، اور سائلوں اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے دے، اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔‘‘

اس آیت میں نماز سے بھی پہلے عزیز واقارب اور مساکین وغیرہ کو دینے کا حکم دیا گیا ہے، اور نماز وزکوٰۃ سے بھی پہلے ان چیزوں کو ایمان بتایا گیا ہے، حدیث میں لفظ ’’بر‘‘ کی تشریح ایمان ہی سے کی گئی ہے، اس آیت میں ایمان کی تشریح میں نماز کو غرباء اور مساکین کی امداد کے بعد کا درجہ دیا گیا ہے، اس آیت کی بنیاد پر ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت ہنگامہ برپا کیا تھا۔ بعض صحابہ نے رائے دی تھی، کہ جس شخص نے زکوٰۃ اپنے مال کی دے دی، اور کچھ دے یا نہ دے،

اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ لیکن ابوذر اسی آیت کا حوالہ دے کر کہتے تھے کہ نہیں زکوٰۃ سے پہلے اسے ذوی القربیٰ مساکین وغیرہ کے مرحلوں سے گزرنا ہوگا، اگر اس نے اس دینے میں کمی کی تو اس کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ حضرت ابوذر کا استدلال صحیح تھا یہ کھلی حقیقت ہے، دوسرے صحابہ کا استدلال ان احادیث پر مبنی تھا، جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ زکوٰۃ دینے کے بعد سارا مال پاک ہو جاتا ہے، اور اسے جمع کیا جائے تو وہ کنز نہیں کہلائے گا، اور اس کے لیے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ یہ استدلال صرف اسی حالت میں صحیح ہوسکتا ہے، جب کہ ذوی القربیٰ مساکین اور دوسرے گروہ احتیاج کی مصیبت میں مبتلا نہ ہوں، اگر یہ لوگ محتاج ہیں تو صرف زکوٰۃ کافی نہیں بلکہ انسان کو اس سے زیادہ بھی دینا پڑے گا۔ اور ایسا بھی ایک وقت آسکتا ہے، کہ اسٹیٹ یا جماعت انسان کا سب کچھ چھین لے۔ اور صرف فوری خرچ کے لیے چھوڑ دے، قرآن مجید کی آیت بالکل واضح ہے: **{يَسۡـَٔلُوۡنَكَ مَاذَا يُنۡفِقُوۡنَ قُلِ الۡعَفۡوَ}** ’’اے رسول وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا دے دیں، ان سے کہہ دو کہ جتنا فوری ذاتی ضروریات سے زیادہ ہو وہ سب دے ڈالو‘‘ اس آیت میں روٹی کا مسئلہ حل کرنے کے لیے اور اس اصول کو قائم کرنے کے لیے کہ تمام ملکیت کی مالک دراصل قوم ہے، ایک انتہائی علاج تجویز کیا ہے، صحابہ نے رسول اللہؐ سے یکے بعد دیگرے سوالات کیے تھے۔ کہ یارسول اللہ جس کے پاس فلاں فلاں چیز ہو وہ بھی دے دے۔ آخر صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم سمجھ گئے کہ ہمارا مالکانہ حق صرف ہماری فوری ضروریات پوری کرنے والی چیزوں پر ہے، باقی سب اللہ کے لیے ہے۔

اسلام روٹی کے مسئلہ کو حل کرنے پر انتہائی اقدام کا حکم دیتا ہے، اگر کوئی اسٹیٹ روٹی کے مسئلہ کو حل نہیں کرسکتی وہ اسلامی سٹیٹ کہلانے کی مستحق نہیں ہے کیونکہ خلافت الٰہیہ کا پہلا فرض دنیا میں رزق کی ذمہ داری پوری کرنا ہے، رسول اللہؐ کے زمانے میں اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے صرف اصول طے پائے تھے، اتنا موقعہ نہ ملا کہ تفصیلات طے پا جائیں۔ لیکن حضرت عمر کے دور میں بعض تفصیلات کی تعیین ہوئی۔ لیکن تفصیلات ہر دور میں اصول کے تحت بدلا کرتی ہیں۔ آج کے حلات میں یہ تفصیلات اور ہوں گی۔ یہ کام ارباب حل وعقد کا ہے کہ خلاف الٰہیہ کے مقصد کی تکمیل

کا مسئلہ اسلامی زندگی میں بنیادی مسئلہ ہے، اور جو لوگ اسے اللہ پر چھوڑ کر پہلو تہی کرنا چاہتے ہیں، وہ خلافت الٰہیہ کی مشینری کا کوئی تصور نہیں رکھتے۔

زکوٰۃ کی فرضیت

زکوٰۃ اسلام کی ایک عبادت اور اس کے ارکان خمسہ سے تیسرا اہم رکن ہے، جس کی فرضیت کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، اس کا منکر کافر ہے، اسے انکار زکوٰۃ سے فوراً توبہ کرنی چاہیے ورنہ قتل کا مستوجب ہے۔ ((**يُسْتَتَابُ ثَلَاثًا فَاِنْ تَابَ وَاِنْ لَّا قُتِلَ**)) (مغنی لابن قدامہ)

زکوٰۃ کی فرضیت:

کتاب وسنت میں زکوٰۃ کی فرضیت پر دلالت کرنے والی اس قدر آیات اور احادیث وارد ہوئی ہیں، کہ ان سب کے بیان کرنے کے لیے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے، ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

فرضیت زکوٰۃ پر دلالت کرنے والی آیات وآحادیث:

{**وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ**} (البقرہ:۴۳)

”نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔“ (جماعت کے ساتھ مل کر نماز پڑھو)

۲: کفار کے متعلق فرمایا:

{**فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ**} (توبۃ:۵)

”اگر یہ کفر سے توبہ کریں نماز کے پابند ہوجائیں، اور زکوٰۃ دیں، تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔“

یعنی اب وہ تمہارے ہم مذہب اور مسلمان ہیں، ان کے قتل سے ہاتھ روک لو، جیسا کہ آگے چل کر فرمایا:

{**فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ**} (التوبۃ:۱۱)

”اگر یہ لوگ کفر چھوڑ دیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، تو پھر یہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔“ (ان کا حکم وہی ہے جو تمہارا ہے۔)

۳: خدا خوف لوگوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{**اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ**} (البقرۃ:۳)

”اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے وہ لوگ ہیں جو دیکھے بغیر اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اور ہمارے دیے ہوئے مال سے خرچ کرتے ہیں۔“

۱) ((**عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ اِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ**)) (بخاری شریف)

”عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنا پانچ ستونوں پر ہے (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی لائق عبادت نہیں، اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، (۲) نماز قائم کرنا، (۳) زکوٰۃ دینا، (۴) حج کرنا، (۵) رمضان شریف کے روزے رکھنا۔“

(۲) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب آنحضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا، تو فرمایا تم ایک ایسی قوم کی طرف جارہے ہو، جو اہل کتاب ہے، پہلے انہیں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور میری رسالت قبول کرنے کی دعوت دینا، اگر مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر یہ بھی تسلیم کرلیں، تو انہیں اطلاع دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال پر زکوٰۃ فرض کی ہے، جو ان کے مالداروں سے لے کر غرباء ومساکین میں تقسیم کردی جائے گی، اگر وہ اس پر آمادہ ہوجائیں تو ان کے بہترین مال لینے سے پرہیز کرنا، اور مظلوم کی بدعا سے بچنا، کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی قبولیت میں

کوئی پردہ نہیں۔(متفق علیہ)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ ایک اعرابی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا، اور کہنے لگا، یا حضرت! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ اس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہوجاؤں، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ، فرض نماز قائم کرو، فرض زکوٰۃ دو، اور رمضان شریف کے روزے رکھو، یہ سن کر اعرابی بولا، جس خدا کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس کی قسم! میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کروں گا، جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جسے جنتی آدمی دیکھا پسند ہو، وہ اسے دیکھ لے۔(بخاری شریف)

(۴) جب آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بعض عرب قبائل کے خلاف اعلان جنگ کا فیصلہ کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مزاحمت کی، اور کہا آپ ان سے کیسے جنگ کر سکتے ہیں، جب کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے، کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ کر اسلام میں داخل نہیں ہوجاتے جس نے یہ کلمہ کہہ لیا، اس نے بجز اسلام کے حقوق کے اپنا خون اور مال محفوظ کرلیا، اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوگیا، اس پر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا، جو لوگ نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریں گے ان سے لڑوں گا، زکوٰۃ مال کا حق ہے، جو کبھی چھوڑا نہیں جا سکتا، بخدا! اگر وہ مجھے ایک رسی دینے سے انکار کریں گے، جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ادا کیا کرتے تھے، تو میں اس کے روکنے پر بھی ان سے لڑوں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم! یہ سن کر میں مطمئن ہوگیا، اور مجھے یقین آ گیا، کہ یہی بات حق ہے، اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے۔(بخاری شریف)

زکوٰۃ کا معنیٰ:

لغت میں زکوٰۃ کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے، بڑھنا، اور پاک وصاف ہونا، سال گزرنے کے بعد جو حصہ بطور وجوب اور فرض ادا کیا جاتا ہے، ان ہی دو معنوں کے پیش نظر اسے زکوٰۃ کہا جاتا ہے، کیونکہ اس سے دینے والے کی نیکیاں بڑھتی ہیں، اور اس کے مال میں برکت ہوتی ہے، نیز ہو خود گناہ ورزیلہ بخل سے اور اس کا مال غرباء ومساکین کا حق نکل جانے کی بنا پر خبث وحرام سے پاک وصاف ہوجاتا ہے، چنانہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

{خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا} (التوبۃ:۱۰۳)

''اے نبی! زکوٰۃ لے کر ان کے جان ومال کا تزکیہ کرو، اور ان کو پاک وصاف بنا دو۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكٰوةَ اِلَّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ اَمْوَالِكُمْ))

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے باقی ماندہ مال کو پاک وصاف کرنے کے لیے تم پر زکوٰۃ فرض کی ہے۔''

اور ایک حدیث میں آیا ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللّٰہ عنه قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا خَالَطَتِ الزَّكٰوةُ مَالًا قَطُّ اِلَّا اَهْلَكَتْهُ۔ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ فِيْ تَارِيْخِهِ وَقَلَ يَكُوْنُ قَدْ وَجَبَ عَلَيْكَ صَدَقَةٌ فَلَا تُخْرِجُهَا فَيُهْلِكُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ)) (مشكوٰة)

''زکوٰۃ کسی مال میں بھی مخلوط نہیں ہوتی، مگر اسے ہلاک کرڈالتی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ وجاب ہوجانے کے بعد جس مال سے تم زکوٰۃ نہیں نکالتے، اس میں حرام کی آمیزش ہوجاتی ہے، جو کسی وقت بھی حلال مال کو لے ڈوبے گی۔''

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک کے کلام سے معلوم ہوا کہ وجوب کے بعد زکوٰۃ نہ دینے سے مال ناپاک ہوجاتا ہے اور حرام سے مخلوط مال کا نتیجہ زود یا بدری ہلاکت ہے، اور زکوٰۃ دینے سے نہ صرف مال پاک وصاف ہوجاتا ہے، بلکہ معنوی طور پر اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت کا

نزول شروع ہوجاتا ہے۔

فرضی ونفلی صدقہ دینے سے مال میں برکت:

جو شخص خدا اور رسول ﷺ کے حکم کے مطابق اپنے مال سے غرباء ومساکین کا حق نکال دیتا ہے، عام اس سے کہ وہ حق فرض زکوٰۃ کی شکل میں ہو، یا نفلی صدقہ وخیرات کی صورت میں اس کے مال میں برکت اور ترقی ہوتی ہے، صبح وشام ملائکہ اس کے مال میں زیادتی کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں، جو کبھی رائیگاں نہیں جاتی، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس ترقی کا وعدہ فرمایا ہے، اور آنحضرت ﷺ نے بھی متعدد احادیث میں اس کو دہرایا ہے، قرآن حکیم میں ہے:

(۱) **{یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰو وَیُرۡبِی الصَّدَقَاتِ}** (بقرۃ)

''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات وخیرات کو بڑھاتا ہے۔''

۲) سورت روم میں اس کی مزید وضاحت یوں فرمائی ہے:

{وَ مَآ اٰتَیۡتُمۡ مِّنۡ رِّبًا لِّیَرۡبُوَا۠ فِیۡۤ اَمۡوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرۡبُوۡا عِنۡدَ اللّٰہِ وَمَآ اٰتَیۡتُمۡ مِّنۡ زَکٰوۃٍ تُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُضۡعِفُوۡنَ} (روم:۳۹)

''اور لوگوں کے مال میں زیادتی کرنے کے لیے جو سود تم دیتے ہو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادتی نہیں ہوتی، ہاں اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے تم جو زکوٰۃ دیتے ہو، تو ایسے لوگ کئی گنا مال اور کئی گنا اجر وثواب کے مستحق ہیں۔''

(۳) **{مَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِیۡ کُلِّ سُنۡۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَ اللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ}** (البقرۃ:۲۶۱)

''جو لوگ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک دانہ بویا جائے، جس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں، (ایک دانہ سے سات سو دانے پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ جس کے مال کو چاہتا ہے، اس سے بھی کئی گناہ زیادہ کر دیتا ہے، اور

اللہ تعالیٰ وسعت اور علم والا ہے۔''

حدیث پاک میں آیا ہے:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ایک دفعہ ایک آدمی بیابان جنگل سے گزر رہا تھا، اس نے بادل سے آواز سنی: فلاں شخص کے باغ کو پانی دو، ادھر دیکھتا ہے کہ بادل ایک طرف ہٹ گیا، اور کھلے میدان میں برسنے لگا، وہ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ اس میدان کی تمام چھوٹی موٹی ندی نالوں کا پانی جمع ہوکر ایک بڑے نالے میں بہنے لگا ہے، وہ بھی اس پانی کے پیچھے ہولیا، آگے چل کر ایک باغ آیا، اس نے دیکھا کہ باغ کا مالک اپنے کھیتوں کو پانی دے رہا ہے، ایک کھیت بھر جاتا ہے، تو پانی دوسرے کھیت کی طرف کر دیتا ہے، مسافر نے اس سے پوچھا، بھائی باغ والے تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو مسافر نے بادل سے سنا تھا، پھر باغ والا بولا، اللہ کے بندے، آپ نے میرا نام کیوں پوچھا ہے، مسافر نے کہا، جس بادل کا یہ پانی آرہا ہے، اس سے میں نے سنا، کہ کوئی تمہارا نام لے کر کہہ رہا ہے: ''فلاں آدمی کے باغ کو پانی دو۔'' اب بتائیے، آپ اس میں کیا عمل کرتے ہیں، کہ اس کو پانی دینے کے لیے بادلوں کو حکم مل رہا ہے، باغ کے مالک نے کہا، جب آپ نے پوچھ ہی لیا ہے، تو سنئیے! میں اس کی پیداوار کو تین برابر حصوں میں تقسیم کرتا ہوں، ایک حصہ سائلین، مسافروں اور مسکینوں میں خرچ کرتا ہوں، ایک حصہ سے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتا ہوں، تیسرا حصہ اس باغ کی اصلاح اور دیکھ بھال میں لگا دیتا ہوں۔ (مشکوٰۃ از صحیح مسلم)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو تمیم کے ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا: یارسول اللہ میں مالدار ہوں، اہل وعیال بھی رکھتا ہوں، اور میرے گھر میں مہمانوں کی آمد ورفت بھی اکثر رہتی ہے، فرمائیے میں اپنا مال کس طرح خرچ کروں، اور اس میں کیا طریقہ اختیار کروں آپ نے فرمایا: اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو، یہ تمہارے مال کو خبث و ناپاکی سے اور تمہیں بخل اور گناہوں سے پاک کردے گی، اس کے علاوہ اپنے رشتہ داروں سے

صلہ رحمی کرو، سائلین، ہمسایوں اور مسکینوں کے حقوق کی نگاہ داشت رکھو، وہ بولا یا رسول اللہ! ذرا مختصر بیان فرمائیے، آپ نے فرمایا:

{فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّه وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا}

(الاسرائیل)

(۳) حضرت ابو کبشہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں تین چیزوں پر قسم کھاتا ہوں انہیں یاد رکھو، ایک یہ کہ صدقہ کرنے سے کبھی مال میں کمی نہیں آتی، تیسرے یہ کہ جو شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر تنگ دستی اور محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (ترمذی)

(۴) حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے دائیں بائیں دو فرشتے ہوتے ہیں، وہ منادی کرتے ہیں، جسے جنوں اور انسانوں کے بغیر تمام اہل زمین سنتے ہیں، اے لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ (اپنے فالتو مال اس کی راہ میں خرچ کرو، زکوٰۃ وخیرات کے بعد) جو تھوڑا بہت بچ جائے، اور صاحب مال کی ضرورت پورا کرنے کے لیے کافی ہو، وہ اس کثیر سرمائے سے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے اور نیکیوں میں صرف کرنے سے غافل کر دے، اسی طرح جب سورج غروب ہوتا ہے، تو اس کے ساتھ دائیں بائیں دو فرشتے منادی کرتے ہیں، جسے جنوں اور انسانوں کے بغیر تمام اہل زمین سنتے ہیں۔

((اَللّٰهُمَّ اعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَاعْطِ مُمْسِكًا مَالًا تَلَفًا)) (مسند احمد وابن حبان وحاکم، بحوالہ تبویب المسند ص ۸/۱۸۵)

"یعنی اے اللہ! اپنی راہ میں خرچ کرنے والے کو خلیفہ (ثواب اور مال دے) اور بخل کی بنا پر مال بند رکھنے والے کو ضائع کر۔"

(۵) حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ صدقات قبول فرماتا

ہے، اور ان کو دائیں ہاتھ میں لے کر اس طرح بڑھاتا ہے، جس طرح تم اپنے بچھڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتے ہو (جو تھوڑے عرصہ کے بعد ایک تنومند اور قوی ہیکل گھوڑا یا اونٹ بنا جاتا ہے، اسی طرح ایک حقیر لقمہ احد پہاڑ جتنا بڑا ہو جاتا ہے، امام وکیع کہتے ہیں، اس کی تصدیق قرآن کریم میں موجود ہے، جو یہ ہے:

((وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَيَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ))

(تبویب المسند بحوالہ مسند احمد وترمذی)

"اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، اور ان کے صدقات کو پکڑتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے، اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔"

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مومن حلال مال سے صدقہ کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ حلال مال ہی کو قبول فرماتا ہے، اور حلال مال ہی آسمان پر پہنچ کر شرف پذیرائی حاصل کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے، اور اس کو اس طرح بڑھاتا ہے، جس طرح تم اپنے بچھیرے اونٹ کے بچے کو پالتے ہو، حتی کہ ایک کھجور ایک پہاڑ جتنی بڑی ہو جاتی ہے۔ (صحیحین)

چند مبادیات

زکوٰۃ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی مالی عبادت ہے، اور اسلام کا ایک اہم رکن لیکن واقعاتی اعتبار سے دیکھا جائے، تو اس کو اجتماعی زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے، اور ظاہر ہے کہ کوئی قوم مالی استحکام کے بغیر متمدن اور ترقی یافتہ کہلانے کی مستحق نہیں ہے، لہٰذا تفصیلات اور احکام بیان کرنے سے پہلے چند مبادی کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے، جن کے ذہن نشین کرنے سے بصیرت پیدا ہوگی، اور آئندہ بیان ہونے والے مسائل کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔

اولاً:...... شریعت اسلامیہ نے مندرجہ ذیل چار قسم کے مال میں زکوٰۃ فرض کی ہے، جن کے ساتھ انسانی ضروریات وابستہ ہیں، اور زندگی میں ہر آدمی ان کا محتاج ہے۔

۱۔ بہائم، چوپائے، جانور، اونٹ، گائے، بکری وغیرہ۔

۲۔ سونا، چاندی، نقودوزیورات وغیرہ

۳۔ ہرقسم کا تجارتی مال، جس میں تجارت کی شرعاً اجازت ہے۔

۴۔ زمین سے پیدا ہونے والی چیزیں، اجناس خوردنی پھل اور تیل نکالنے کے بیج۔

ثانیاً:...... چونکہ شریعت نے زکوٰۃ مالداروں پر فرض کی ہے، تاکہ ان کے مال کا کچھ حصہ ہر سال غرباء و مساکین کی ضروریات پر صرف کیا جاسکے، لہٰذا ہر قسم کے مال زکوٰۃ کا نصاب مقرر کردیا گیا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو شخص کسی قسم کے نصاب کا مالک ہے، وہ غنی ہے، اور اس پر اپنے مال کی زکوٰۃ دینا فرض ہے، اور جس کے پاس کوئی بھی نصاب نہیں، وہ فقیر ہے، اور مصرف زکوٰۃ ہے۔

مذکورہ بالا چار قسم کے مال کے نصاب کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ اونٹ کے لیے پانچ اونٹ، گائے کے لیے تیس گائے، بھیڑ، بکری اور دنبہ کے لیے چالیس بکریاں جسامت اور حجم کے اختلاف کی بنا پر ان جانوروں کے نصاب میں بھی اختلاف ہے۔

۲۔ چاندی کے لیے ۲۰۰ درہم (تقریباً ۲/۱.۵۲ تولہ)

۳۔ مال تجارت کی قیمت جس نقدی سے لگائی جائے، اس کا نصاب اسی نقدی کا نصاب ہے، اگر اس کی قیمت دراہم سے لگائی جائے، تو نصاب ۲۰۰ درہم ہے، اور اگر دینار سے نکالی جائے تو نصاب ۲۰ دینار ہے۔

۴۔ زمین سے پیدا ہونے والے غلہ کا نصاب ۵ وسق ہے جس کا وزن تقریباً ۲۰ من ہے۔

ثالثاً:......شریعت مطہرہ نے زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے ایک سال کی مدت مقرر کی ہے، اور اس میں اغنیاء اور غرباء و مساکین دونوں کی مصلحتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے اگر یہ مدت مثلاً ایک ہفتہ یا ایک مہینہ مقرر کی جاتی، تو اس صورت میں مالداروں پر ناقابل برداشت بوجھ پڑتا، اور اگر حج کی طرح زکوٰۃ عمر میں صرف ایک دفعہ فرض کی جاتی، تو غرباء و مساکین کے لیے جسم و جان کا رشتہ قائم

رکھنا مشکل ہوجاتا۔

ملحوظہ:

یاد رہے، سال کی مدت کا اطلاق زمین سے نکلنے والی اشیاء کے علاوہ باقی تین قسم کے اموال پر ہوتا ہے، زمین سے پیدا ہونے والے غلہ یا زمین سے نکلنے والی معدنیات (سونا، چاندی، لوہا، تانبہ، قلعی، کوئلہ اور نمک وغیرہ) یا دفینہ کی زکوٰۃ اسی وقت دینی پڑتی ہے، جب یہ چیزیں حاصل ہوں، ان میں سال کی شرط نہیں۔

رابعاً:......زکوٰۃ شرعی کی مقدار میں کمی بیشی، مال کی تحصیل میں سہولت اور مشقت پر مبنی ہے، جس مال کے حصول میں بآسانی اور سہولت پائی جاتی ہے، اس میں مقدار زکوٰۃ زیادہ ہے اور جس کے حصول میں مشقت اور تکلیف اٹھانا پڑتی ہے، اس میں زکوٰۃ کی مقدار کم ہے، جیسے کسی کو کنواں یا گڑھا کھودتے وقت دفینہ مل جائے، تو اسے یہ مال مفت میں مل گیا ہے، کوئی تکلیف نہیں اٹھانا پڑی، اس لیے دفینہ پانے والے کو کل مال کا پانچواں حصہ (۲۰٪) دینا پڑتا ہے، کھیتی باڑی میں چونکہ مشقت زیادہ کرنی پڑتی ہے، لہٰذا اس کی پیدوار میں مقدار زکوٰۃ پانچویں حصہ سے کم کر کے دسواں حصہ (۱۰٪) مقرر کردی گئی ہے، بشرطیکہ کھیتی بارش یا چشمہ کے پانی سے تیار ہوئی ہو، اور اگر کھیتی تیار کرنے کے لیے ٹیوب ویل یا رہٹ وغیرہ مصنوعی آلات کے ذریعہ آبپاشی کی گئی ہے، تو مقدار زکوٰۃ دسویں حصہ سے بھی کم ہو کر بیسواں حصہ (۵٪) رہ جاتی ہے۔

مال تجارت کے حصول میں ان تمام مذکورہ صورتوں میں زیادہ مشقت اٹھانا پڑتی ہے، مال خریدنے یا بیچنے کے لیے مختلف شہروں اور ملکوں کا سفر کرنا پڑتا ہے، جس سے دن کا چین اور رات کی نیند حرام ہوجاتی ہے، خسارے، سرقہ اور ڈاکے وغیرہ کا خطرہ اس کے علاوہ ہے، نیز تاجر کی یہ دوڑ دھوپ مسلسل اور متواتر جاری رہتی ہے، اسے آرام کا وقفہ کم ہی ملتا ہے، لہٰذا ان تمام آلام و مصائب کے پیش نظر تاجر کے مال میں زکوٰۃ بیسویں حصہ سے گھٹا کر چالیسواں حصہ (۲/۱.۲٪) حصہ فرض کی گئی ہے۔

احکام زکوٰۃ کی تفصیل

ان مبادی کے ذہن نشین کر لینے کے بعد اب مذکورہ بالا چار قسم کے اموال کی زکوٰۃ سے متعلق مختصر تفصیلی احکام ترتیب وار ملاحظہ فرمائیے۔

ا۔ بہائم:

آنحضرت ﷺ نے حاجت مندوں کی ضرورتوں کو رفع کرنے، اور اسلام کا معاشی نظام مضبوط بنانے کے لیے جہاں سونے چاندی کے مالکوں، زراعت پیشہ لوگوں اور تجارتی کاروبار کرنے والوں کے مال میں زکوٰۃ فرض کی ہے، وہاں مویشیوں کے ریوڑ پالنے والوں کو بھی فراموش نہیں کیا، ان کے مال میں بھی زکوٰۃ فرض کی ہے، کیونکہ یہ ریوڑ ان لوگوں کی خوشحالی اور دولت مندی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں، یہ لوگ دودھ، گھی، اون، چمڑے اور فالتو جانور بیچ کر ہر سال لاکھوں روپے کماتے ہیں، اور بڑی فارغ البالی کی زندگی بسر کرتے ہیں، لہٰذا دوسرے لوگوں کی طرح یہ بھی زکوٰۃ سے کسی صورت مستثنیٰ نہیں ہو سکتے۔

مویشیوں میں زکوٰۃ فرض ہونے کی شرطیں:

ہر قسم کے مویشیوں میں زکوٰۃ فرض ہونے کی دو شرطیں ہیں، یہ دونوں پائی جائیں، تو زکوٰۃ فرض ہو گی، ورنہ نہیں، پہلی شرط یہ ہے، کہ نصاب کو پہنچنے کے بعد ان پر ایک سال گزر جائے، دوسری یہ کہ ان کی زندگی اور بقا کا انحصار سارا سال یا سال کا بیشتر حصہ وادیوں، جنگلوں اور پہاڑوں میں خودرو گھاس چرنے پر ہو، اگر کچھ دن یا نصف سال سے کم عرصہ کے لیے گھر پر چارہ ڈالا جائے، تو زکوٰۃ کی فرضیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا، ہاں اگر سال بھر یا سال کا بیشتر حصہ گھر پر چارہ ڈالا جائے، یا مالک نے ان (بیلوں یا اونٹوں کی صورت میں) زرعی کاروبار یا بوجھ برداری کے لیے رکھا ہوا ہے، تو ان میں زکوٰۃ فرض نہیں ہو گی۔ بعض ائمہ پورا سال جنگل میں چرنے کی شرط لگاتے ہیں، ان کے نزدیک اگر چند دن بھی اگر پر چارہ ڈالا گیا، تو زکوٰۃ فرض نہیں ہو گی، مگر یہ مسلک صحیح نہیں اس سے زکوٰۃ سے گریز کرنے والے بڑی آسانی کے ساتھ حیلہ سازی کریں گے، اور اپنے

جانوروں کو چند دن گھر میں چارہ ڈال کر زکوٰۃ کے بارے سبکدوش ہو جائیں گے۔

مویشیوں سے زکوٰۃ نہ دینے پر وعید:

دوسرے اموال کی طرح آنحضرت ﷺ نے مویشیوں میں بھی زکوٰۃ فرض کی ہے، اور اس پر تمام امت کا اجماع ہے، ان سے زکوٰۃ نہ دینے والے کے حق میں حدیث پاک میں سخت وعید آئی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے:

((عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَلَ مَا مِنْ رَّجُلٍ یَّکُوْنُ لَه اِبِلٌ اَوْ بَقَرٌ اَوْ غَنَمٌ لَا یُوَدِّیْ حَقَّهَا اِلَّا اُتِیَ بِهَا یَوْمَ الْقِیَامَة اَعْظَمَ مَا یَکُوْنُ وَاَسْمَنَه تَطَاُہُ بِاَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُه بِقُرُوْنِهَا کُلَّمَا جَازَتْ اُخْرٰهَا رُدَّتْ عَلَیْه اُوْلٰهَا حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ)) (صحیحین)

"حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اونٹ، گائے یا بکریوں کا مالک اگر ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا، تو قیامت کے دن یہ جانور دنیا کی نسبت زیادہ قد آور اور زیادہ فربہ اس کے سامنے لائے جائیں گے، وہ اس کو سینگوں سے مارتے ہوئے، اور پیروں تلے کچلتے ہوئے گذریں گے، جب آخر والے ختم ہو جائیں گے، تو پہلے پھر اسی طرح گذرنا شروع ہو جائیں گے، اور لوگوں کے درمیان فیصلہ ہونے تک اس کا یہی حال ہوتا رہے گا۔"

ایک دوسری حدیث میں، جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اس کی زیادہ تفصیل ہے۔ (مشکوٰۃ)

((قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَالْاِبِلُ قَلَ وَلَا صَاحِبُ اِبِلٍ لَا یُوَدِّیْ مِنْهَا حَقَّهَا وَمِنْ حَقِّهَا حَلْبُهَا یَوْمَ وِرْدِهَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَة بُطِحَ لَه بِقَعٍ قَرْقَرٍ اَوْ نَرَمَا کَانَتْ لَا یَفْقِدُ مِنْهَا نَصِیْلًا وَاحِدًا تَطَوُہُ بِاَخْفَافِهَا وَتَعَضُّه بِاَفْوَاهِهَا کُلَّمَا مَرَّ عَلَیْه اُوْلٰهَا رَدَّ عَلَیْه فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہُ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَة حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ الْعِبَادِ فَیُرٰی سَبِیْلُه اِمَّا اِلَی الْجَنَّة وَاِمَّا اِلَی النَّارِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَالْبَقَرُ

وَالْغَنَمُ فَقَالَ وَلَا صَاحِبُ بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّيْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بُطِحَ لَه بِقَاعٍ قَرْقَرٍ لَا يَفْقِدُ مِنْهَا كُلَّهَا مَرَّ عَلَيْه اُوْلٰهَا رُدَّ عَلَيْه اُخْرٰهَا فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرٰى سَبِيْلُه اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ)) (راوہ مسلم، مشکوٰۃ شریف)

''آنحضرت ﷺ مختلف اموال سے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے متعلق وعید بیان فرما رہے تھے، کسی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! اونٹوں کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: جو مالک اپنے اونٹوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا، اور ان کے نفلی حقوق میں سے پانی پینے کے دن ان کا دودھ دوھ کر غرباء میں تقسیم کر ان بھی ایک حق ہے قیامت کے دن اسے ان کے سامنے ایک چٹیل میدان میں منہ کے بل لٹادیا جائے گا، اور وہ اونٹ دنیا کی نسبت بہت موٹے تازے ہوں گے، ان میں سے ایک بچہ بھی غائب نہیں ہوگا، وہ اسے پیروں تلے روندیں گے، اور دانتوں سے کاٹیں گے، جب ایک دفعہ پوری قطار اس پر گذر جائے گی، تو پلٹ کر آخر کی طرف سے پھر اس پر مخالف سمت کو گذرنا شروع کردیں گے، اور لوگوں کے درمیاں فیصلہ ہونے تک پچاس ہزار سال کے دن میں اس کا یہی حشر ہوتا رہے گا، پھر معلوم نہیں کہ اس کو جنت کا راستہ دکھایا جائے گا، یا جہنم کا، پھر کسی نے پوچھا، یا رسول اللہ! گائیوں اور بکریوں کے متعلق فرمایئے، ان کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: گائیوں اور بکریوں کا مالک بھی اگر ان کی زکوٰۃ نہیں دے گا، تو قیامت کے دن ان کے آگے چٹیل میدان میں منہ کے بل گرادیا جائے گا، سب گائیں اور بکریاں موجود ہوں گی ان میں سے کوئی گائے یا بکری غائب نہیں ہوگی، ان میں کوئی گائے یا بکری خمیدہ سینگوں والی نہیں ہوگی، نہ کوئی بغیر سینگوں کے ہوگی، اور نہ کسی کے سینگ ٹوٹے ہوں گے، وہ سب اسے اپنے سینگوں سے ماریں گی، اور کھروں سے نوچیں گی، جب ایک دفعہ پوری قطار اس پر گذر جائے گی، تو پلٹ کر آکر کی طرف سے پھر اس پر گذرنا شروع کردیں گی، لوگوں کے درمیان فیصلہ ہونے تک پچاس ہزار سال کے دن میں اس کا یہی حال ہوتا رہے گا، پھر معلوم نہیں کہ اسے جنت کا راستہ دکھایا جاۓ گا

یا جہنم کا۔''

وہ بہائم جن کی زکوٰۃ لی جاتی ہے:

جن بہائم (چوپائے جانور) کی زکوٰۃ آنحضرت ﷺ اور آپ کے خلفاء نے وصول کی ہے، اور آج تک اس پر تمام مسلمانوں کا عمل ہے تین قسم یہ ہی، اونٹ، گائے، بکری۔

واضح رہے کہ زکوٰۃ میں بھینس، گائے کی، اور بھیڑ، دنبہ، بکری کی قسم شمار ہوتے ہیں، اس لیے ان کا نصاب اور زکوٰۃ وہی ہے، جو گائے اور بکری کا ہے، اب تینوں قسم کے جانوروں کی زکوٰۃ درج ذیل جدولوں میں ملاحظہ فرمایئے۔

اونٹ کی زکوٰۃ کا جدول

تعداد	زکوٰۃ
۵ سے ۹ تک	ایک بکری
۱۰ سے ۱۴ تک	دو بکری
۱۵ سے ۱۹ تک	تین بکری
۲۰ سے ۲۴ تک	چار (۱) بکری
۲۵ سے ۳۵ تک	ایک بنت مخاص (۱سال کی اونٹنی)
۳۶ سے ۴۵ تک	ایک بنت لبون (۲سال کی اونٹنی)
۴۶ سے ۶۰ تک	ایک حقہ (۳سال کی اونٹنی)
۶۱ سے ۷۵ تک	ایک جذعہ (۴سال کی اونٹنی)
۷۶ سے ۹۰ تک	۲ بنت لبون
۹۱ سے ۱۲۰ تک	۲ حقہ

(۱) بکری اگر بھیڑ یا دنبہ کی قسم سے دی جائے، تو جذعہ (ایک سال کی) کفایت کرسکتی ہے، اور اگر بکری کی قسم سے دی جائے، تو مسنہ (جس کے ساتھ دو دانت ٹوٹ کر آگ چکے ہوں) ضروری ہے، نیز مادہ لی جائے گی، نر قبول نہیں کیا جائے گا۔ ۱۲

۱۲۰ کے آگے ہر دس کے بعد کل تعداد چالیس اور پچاس کے دو ہندسوں پر تقسیم ہو جاتی ہے، اسی لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((فَإِنْ زَادَتْ عَلٰی مِائَةٍ وَّعِشْرِیْنَ فَفِیْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَفِیْ کُلِّ خَمْسِیْنَ حِقَّةٌ))

''یعنی اگر اونٹ ۱۲۰ سے بڑھ جائیں، تو ہر چالیس میں بنت لبون اور ہر پچاس میں حقہ ہے۔''

آئندہ بھی یہی حساب ہزاروں لاکھوں تک جاری رہے گا، کسی موقعہ پر بھی ابتدائی نصاب کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ بعض ائمہ کا مذہب ہے، مثلاً ۱۲۰ پر ۱۱۰ اونٹ زیادہ ہوئے، تو ۱۲۰ ہو جائیں گے، یہ دو دفعہ ۴۰، اور ایک دفعہ ۵۰ پر تقسیم ہو جاتے ہیں، اس لیے ان میں دو بنت لبون اور ایک حقہ زکوٰۃ ہوگی، اور ۱۴۰ دو دفعہ ۵۰، اور ایک دفعہ ۴۰ پر تقسیم ہو جاتے ہیں، اس لیے ان میں دو حقے اور ایک بنت لبون دینا ہوگی، اور ۱۵۰ تین دفعہ ۵۰ پر تقسیم ہو جاتے ہیں، لہٰذا ان میں تین حقے ہوں گے وعلی ہذا القیاس۔

نوٹ:...... اگر زکوٰۃ میں بنت مخاض (ایک سال کی اونٹنی) آتی ہو، اور وہ مالک کے پاس نہیں ہے، اس کے پاس ابن لبون (دو سال کا نر اونٹ) ہے تو وہی لے لیا جائے گا، اور مالک کو کچھ واپس نہیں دیا جائے گا، اور اگر اس کے پاس بنت لبون (دو سال کی اونٹنی) ہے تو وہ بھی قبول کر لی جائے گی، مگر اب عامل مالک کو ۲ بکریاں یا ان کی قیمت واپس کرے گا، اسی طرح اگر زکوٰۃ میں بنت لبون آتی ہے، اور وہ موجود نہیں، تو اس کی جگہ بنت مخاض قبول کر لی جائے گی، لیکن اب مالک کو اس کے ساتھ دو بکریاں یا ان کی قیمت دینا ہوگی، اس سے آگے بھی زکوٰۃ میں لیے جانے والے جانور کی عمر ایک سال کی کمی وبیشی کی صورت میں اس طریقہ پر عمل کیا جائے گا، اگر عمر ایک سال کم ہوئی، تو مالک کو اس کے ساتھ ۲ بکریاں، یا ان کی قیمت دینا پڑے گی، اور اگر عمر ایک سال زیادہ ہوئی، تو عامل کو ہی کچھ دینا پڑے گا۔

ملحوظ:

ایک سال کی اونٹنی کے عوض دو سال کا نر لیا جاتا ہے، اس کے علاوہ کسی صورت میں اونٹوں کی زکوٰۃ میں نر قبول نہیں کیا جائے گا، ہمیشہ مادہ ہی لی جائے گی۔

(۲) گائے کی زکوٰۃ

- ۳۰ سے ۳۹ تک — تبیع یا تبیعہ (ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی)
- ۴۰ سے ۵۹ تک — مسن یا مسنہ (۲ سال کا نر یا مادہ جس کے دودھ کے دانت ٹوٹ چکے ہوں
- ۶۰ سے ۶۹ تک — ۳ تبیع یا ۲ تبیعہ

اونٹوں کی طرح یہاں بھی ۶۰ سے آگے ہر دس کے بعد کل تعداد ۲۰، اور ۴۰ کے دو ہندسوں پر تقسیم ہو جاتی ہے، لہٰذا آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق:

((یَاْخُذُ مِنَ الْبَقَرِ مِنْ کُلِّ ثَلَاثِیْنَ تَبِیْعًا اَوْ تَبِیْعَةً وَمِنْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ مُسِنَّةً))

(مغنی ابن قدامہ ومشکوٰۃ بحوالہ سنن ابی داود)

یعنی ہر عامل ۳۰ گائیوں سے ایک سال کا نر یا مادہ اور ۴۰ سے مسنہ لے، ۷۰ سے ایک ایک سال کا نر یا مادہ اور ایک دو سال کا نر یا مادہ لیا جائے گا، ۸۰ سے ۲ سال کے نر ۹ یا مادہ، اور ۹۰ سے ۹۹ تک، ۳۔ ایک سال کے نر یا مادہ وعلی ہذا القیاس۔

نوٹ:...... گائے کی زکوٰۃ میں صرف تبیع اور مسن مقرر ہے، دوسرے کسی عمر کے جانور کا ذکر نہیں۔ ہاں مالک اپنی خوشی سے بڑی عمر کا جانور دے، تو جائز ہے، اس میں نر اور مادہ کا کوئی امتیاز نہیں، بعض علما کہتے ہیں کہ مسنہ ہر حال میں مادہ ہونی چاہیے، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں مسنہ ہی کا ذکر ہے، مسن کا نہیں، مگر یہ درست نہیں، طبرانی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں مسن کا ذکر موجود ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں۔

((فِیْ کُلِّ ثَلَاثِیْنَ تَبِیْعٌ وَفِیْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ مُسِنٌّ اَوْ مُسِنَّةٌ)) (مرعاۃ المفاتیح ص ۶۹ ج ۳)

لہذا مختار یہی ہے کہ اونٹ کی طرح زکوٰۃ میں لی جانے والی گائے میں نر یا مادہ کا فرق نہیں ہے، جو موجود ہو، مالک ادا کرسکتا ہے۔

ملحوظ:

دونصاب کے درمیان واقع ہونے والے عدد وقص کہلاتے ہیں، مثلاً ۲۰ اور ۴۰ کے درمیان، اسی طرح ۴۰ اور ۶۰ کے درمیان (وعلیٰ ہذا القیاس) ان میں زکوٰۃ نہیں ہے، لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ ۴۰ پر ایک گائے بڑھ جائے گی، تو اس میں مسنہ کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینا پڑے گی، اگر مسنہ کی قیمت چالیس روپے ہے، تو ۴۰ کے بعد ایک گائے میں ایک روپیہ دینا پڑے گا، اسی طرح گائیں جتنی زیادہ ہوں گی، اتنے روپے دینے پڑیں گے، مگر یہ حدیث پاک کی تصریحات کے خلاف ہے، اس لیے صاحبین نے بھی امام صاحب کے ساتھ اتفاق نہیں کیا۔

(۳) بکریوں کی زکوٰۃ

۴۰ سے ۱۲۰ تک	ایک بکری
۱۲۱ سے ۲۰۰ تک	۲ بکری
۲۰۱ سے ۳۰۰ تک	۳ بکری

اس کے بعد ہر سو پر ایک بکری زکوٰۃ دینا پڑے گی، چنانچہ ۳۹۹ میں بھی ۳ بکریاں ہیں، جیسا کہ ۳۰۰ میں تین بکریاں ہیں، ۴۰۰ پوری ہوں گی، تو ۴ بکریاں دینا پڑتی ہیں، ۵۰۰ ہوں گی تو ۵ بکریاں ہوں گی، اور ۵۰۰ سے کم ہوں گی، تو زکوٰۃ میں ۴ ہی بکریاں فرض ہوں گی، (وعلیٰ ہذا القیاس) اس کے آگے جتنے سینکڑے پورے ہوں گے، اتنی بکریاں دی جائیں ی، جو سینکڑہ کم ہو گا، اس میں زکوٰۃ نہیں ہوگی۔

ملحوظ:

بکریوں میں بچے بھی شمار ہوں گے مگر بچے زکوٰۃ میں قبول نہیں کیے جائیں گے، زکوٰۃ میں صرف بھیڑ جذعہ (ایک سال کی) یا بکری مسنہ لی جائے گی۔

زکوٰۃ میں کیسا جانور لیا جائے:

مصدق سارے مال کو اعلیٰ ادنیٰ اور متوسط تین درجوں میں تقسیم کرے، اور متوسط درجہ سے زکوٰۃ لے، جس طرح آنحضرت ﷺ کے فرمان ((**فَاِيَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْرَ اِلَيْهِمْ**)) (مشکوٰۃ از صحیحین) کے مطابق اعلیٰ قسم کا مال لینا منع ہے، اسی طرح آپ کے دوسرے فرمان ((**وَلَا تُخْرَجُ فِى الصَّدَقَةِ، هَرِمَة وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْنٌ اِلَّا اَنْ يشاء الْمُصَدِّقُ**)) (**مشکوٰۃ بحوالہ صحیح بخاری**) کے مطابق کوئی بوڑھا عیب دار سانڈھ قبول نہیں کیا جائے گا، ہاں اگر مصدق (عامل) ان تینوں قسم کے جانور لینے میں فقراء ومساکین کا بھلا سمجھے، تو لے سکتا ہے، اسی طرح اگر کوئی مالک اپنی رضامندی اور خوشی سے اعلیٰ قسم کا جانور دینا چاہے، تو دے سکتا ہے۔

حضرت ابن بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل بنا کر بھیجا' میں اونٹوں کے ایک مالک کے پاس گیا' اور اسے زکوٰۃ دینے کے لیے کہا' اس نے میرے سامنے لاکر سارے اونٹ جمع کردیئے میں نے شمار کرکے کہا' ان کی زکوٰۃ ایک بنت مخاض بنتی ہے' اس پر وہ کہنے لگا اس کو لے کر کیا کروگے' نہ یہ سواری کے قابل ہے اور نہ ہی دودھ دے سکتی ہے' اس کی بجائے یہ موٹی' تازہ' جوان اور قدآور اونٹنی لے جاؤ' میں نے کہا میں یہ بغیر اجازت نہیں لے سکتا' رسول اللہ ﷺ یہاں قریب ہی ہیں' اگر تم چاہو' تو میرے ساتھ چلو' اور یہ اونٹنی آپ پر پیش کرو' اگر آپ نے اجازت دے دی' تو میں قبول کرلوں گا ورنہ رد کردوں گا چنانچہ ہم دونوں اونٹنی ساتھ لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس نے کہا یا رسول اللہ! آج تک اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ یا ان کے عامل میرے پاس زکوٰۃ لینے کے لیے نہیں آئے آج پہلا موقعہ ہے کہ آپ کے یہ عامل آئے ہیں اور مجھ سے زکوٰۃ کا مطالبہ کیا ہے میں نے اپنا سارا مال ان کے سامنے لاکر جمع کردیا انہوں نے کہا اس سارے مال کی زکوٰۃ ایک بنت مخاض ہے میں عرض کیا یہ سواری اور دودھ دینے کے قابل نہیں اس

کی بجائے یہ موٹی تازہ جوان اونٹنی لے جاؤ مگر یہ نہیں مانے اب میں اسے اے اللہ کے رسول ! آپ کی خدمت میں لایا ہوں آپ اسے قبول فرمایئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہارے مال کی زکوٰۃ تو وہی بنت مخاض ہے جو ہمارے عامل نے بتائی ہے اب اگر تم اپنی مرضی سے یہ اونٹنی دینا چاہتے ہو تو ہم قبول کر لیتے ہیں اس کا اجر تم اللہ سے پاؤ گے وہ بولا یہ لیجئے !اسی لیے تو میں اسے لایا ہوں آپ نے اسے قبول کرنے کا حکم دیا اور اس کے مال میں برکت کی دعا فرمائی۔ابوداؤد)

مسند امام احمد میں ہے کہ عمارہ نے کہا میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں زکوٰۃ وصول کرنے پر عامل مقرر تھا اس وقت اس کے اونٹ بڑھ کر کر 15 سو ہو چکے تھے چنانچہ میں نے اس سے 30 حقے زکوٰۃ وصول کی شارح کہتے ہیں یہ ای کے دو سخا' اخلاص اور آنحضرت ﷺ کی دعا کا نتیجہ ہے کہ اللہ نے اس کے مال میں اتنی برکت عطا فرمائی (الفتح الترتیب مسند الامام احمد الشیبانی ج8 ص 227)

ایک ہی قسم کا مال ہو تو اس کا حکم

اگر کسی کا مال اعلیٰ' ادنیٰ اور متوسط تین درجوں میں تقسیم نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے پاس صرف اعلیٰ یا صرف ادنیٰ یا صرف متوسط ہے' اسی طرح اس کے پاس صرف ذکور یعنی نر ہیں' مادہ نہیں ہے تو ان سب صورتوں میں اسی سے اسی قسم کا جانور لیا جائے گا۔ جو اس کے پاس موجود ہے' اعلیٰ سے اعلیٰ' ادنیٰ سے ادنیٰ اور ذکور سے نر ہی قبول کر لیا جائے گا' یہاں متوسط اور مادہ کی پابندی نہیں ہے'

مال مخلوط کسے کہتے ہیں

اگر دو یا زیادہ آدمیوں کے علیٰحدہ علیٰحدہ مویشی (اونٹ' گائے' بکری) ہوں' لیکن انہوں نے ان کے چرانے کے لیے ایک چرواہا مقرر کر رکھا ہے' رات کے وقت ان کو ایک ہی باڑہ میں بند کرتے ہیں نیز ان کی چراگاہ' پانی پلانے کا آلہ اور نسل کشی کے لیے سانڈھ بھی ایک ہے' تو یہ مال مخلوط ہے 'اور ان کے مالکوں کو دو ہوں' تو خلیطین اور دو سے زیادہ ہوں' تو خلطاء کہتے ہیں

مال مخلوط (مشترکہ) کی زکوٰۃ کا طریقہ

سارے شریک کاروں کا مال مل کر نصاب کو پہنچے' یا ان میں سے ہر ایک کا پورا پورا نصاب ہے مگر اس کو مخلوط کئے ہوئے ایک سال ہو گیا ہے' تو مصدق اس سے اس طرح زکوٰۃ لے گا جیسے یہ ایک آدمی کا مال ہے سب مال کو شمار کرے گا' اور اس پر جو زکوٰۃ آئے گی وصول کرے گا پھر یہ خلیط (جن کا مال مشترک ہوا) اپنے اپنے حصہ کے مطابق ایک دوسرے سے حساب لے دے لیں گے' مثال کے طور پر ایک آدمی کی 20 بکریاں اور دوسرے کی 40 بکریاں ہیں ان دونوں کو اپنا مال مخلوط کئے ہوئے ایک سال ہو گیا تو مصدق 60 بکریاں سے زکوٰۃ کی ایک بکری لے گا اب اگر یہ بکری 20 والے کی ہے' تو وہ اپنے ساتھی سے اس بکری کی دو ثلث قیمت لے گا اور اگر وہ بکری 40 والے کی ہے تو وہ دوسرے سے اس کی ایک ثلث قیمت لے گا اگر تین آدمی خلیط ہیں اور ہر ایک کے ملک میں 40 بکریاں ہیں تو یہ کل 120 ہوئیں سال کے بعد مصدق ان سے ایک بکری لے گا مال چونکہ تینوں کا برابر ہے اس لیے جس کی بکری جائے گی وہ اپنے ساتھیوں سے دو ثلث قیمت وصول کرے گا اس طرح ہر ایک کو ثلث بکری زکوٰۃ پڑی' یہ اختلاط کا فائدہ ہے اگر وہ باہم خلیط نہ ہوتے' تو ان کو تین بکریاں زکوٰۃ دینا پڑتی' امام مالک کے نزدیک خلیطین یا خلطاء میں سے ہر ایک کا مال نصاب کو پہنچے' تو سب پر زکوٰۃ ہے' اور جس کا مال نصاب کو نہ پہنچے' اس پر زکوٰۃ فرض نہیں مثلاً دو آدمیوں کی 40'40 بکریاں ہیں اور ایک کی بیس ہیں' سب مل کر 100 ہو گئیں ان میں ایک بکری زکوٰۃ دینا پڑے گی اور یہ ان دونوں پر ہو گی' جن کی بکریاں 40'40 بکریاں ہیں اور 20 بکریاں والے پر زکوٰۃ نہیں۔(موطا)

اس کے برعکس امام شافعی' امام احمد' عطاء' لیث اور اسحاق فرماتے ہیں کہ سب خلطا کا مال مل کر نصاب کو پہنچ جائے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہے حتیٰ کہ اگر چالیس آدمیوں کی 40 بکریاں ہیں ان میں ایک بکری زکوٰۃ دینا پڑے گی' پھر جس کی بکری جائے گی وہ دوسروں سے ان کے حصے کی قیمت وصول کرے گا یہی مذہب مختار اور احوط ہے' (مرعاۃ المفاتیح)

زکوٰۃ کے خوف سے مال کی جمع اور تفریق

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے"لایجمع خشیۃ الصدقۃ (بخاری شریف)" یعنی زکوٰۃ کے ڈر سے علیحدہ مال اکٹھا نہ کیا جائے اور اکٹھے مال کو الگ الگ نہ کیا جائے" آنحضرت ﷺ کی یہ ہدایت مالک اور عامل دونوں کے لیے ہے کیونکہ اس کے سلسلہ میں دونوں سے کمزوری متوقع ہے، مالک کا ڈر تو یہ ہے، کہ زکوٰۃ کہیں واجب نہ ہوجائے یا زیادہ نہ دینی پڑے، جیسے خلیطین کی ۶۰ بکریاں، مصدق آئے، تو ہرایک ۳۰ بکریاں لے کر علیحدہ ہوجائے، اس طرح دونوں زکوٰۃ سے بچ گئے، یا دونوں میں سے ہرایک کے پاس ۱۰۱ بکری ہے، دونوں کی بکریاں مل کر ۲۰۲ ہوتی ہیں، ان میں تین بکریاں زکوٰۃ واجب ہے، لیکن مصدق کی آمد سن کر علیحدہ کرلیتے ہیں، اب ہرایک کو ایک بکری دینا پڑے گی، اور ایک بکری کی بچت ہوجائے گی، اسی طرح دو آدمیوں کے پاس الگ الگ ۴۰ بکریاں ہیں، وہ آپس میں خلیط نہیں ہیں، مگر عامل کے پاس اپنے آپ کو خلیط ظاہر کرتے ہیں، اور اپنے علیحدہ علیحدہ مال کو جمع کر کے پیش کرتے ہیں، اس صورت میں انہیں ایک بکری دینا پڑے گی، اور ایک بکری بچ رہے گی، اس قسم کی گھٹیا حرکات سے آنحضرت ﷺ نے مذکورہ بالا فرمان میں منع فرمایا ہے، عامل کا ڈر یہ ہے، کہ کہیں زکوٰۃ ساقط یا کم نہ ہوجائے، اس لیے کوشش کرنا ہے، کہ زیادہ سے زیادہ زکوٰۃ وصول کرے، یا کم از کم کوئی مال زکوٰۃ لیے بغیر نہ چھوڑے، مثلاً ۳۰، ۳۰ بکریاں کے علیحدہ ریوڑوں کو جمع کر کے مخلوط بنا دے، اور ان میں سے ایک بکری زکوٰۃ لے لے، یا خلیطین کی ۱۱۰ بکریوں کو دو برابر حصوں میں بانٹ کر دو بکریاں وصول کرلے، حالانکہ ان میں ایک بکری زکوٰۃ پڑھتی تھی، مصدق کے لیے بھی مذکورہ بالا فرمان عالی کے پیش نظر یہ حرکت ناجائز ہے۔

جہاں مال ہے عامل زکوٰۃ کے لیے وہاں جائے:

عامل کے لیے جائز نہیں کہ ایک جگہ بیٹھ جائے، اور سارے علاقے کے لوگوں کو حکم دے کہ اپنے اپنے مال میں یہاں لاکر زکوٰۃ دو، اسی طرح اصحاب مال کے لیے بھی جائز نہیں، کہ عامل کی آمد سن کر اپنا مال دس بیس میل دور لے جائیں، تاکہ عامل مشقت اٹھا کر زکوٰۃ کے لیے وہاں جائے، یہ

حدیث پاک میں آیا ہے۔

((عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُھُمْ اِلَّا فِیْ دُوْرِھِمْ))
(ابو داود)

"یعنی آپ نے فرمایا کہ عامل ایک جگہ بیٹھ کر علاقے کے مال اپنے پاس نہ منگوائے اور مویشیوں کے مالک اپنا مال دور نہ لے جائیں۔ بلکہ جہاں کوئی رہتا ہے، اس کی زکوٰۃ وہیں جا کر لی جائے۔"

گھوڑوں اور غلاموں میں زکوٰۃ نہیں:

اگر کسی کے پاس سواری یا افزائش نسل کے لیے گھوڑے ہیں، جنگل میں چرتے ہوں، یا گھر پر پلتے ہوں، ان میں زکوٰۃ نہیں ہے، یہی حال غلاموں کا ہے، ان میں بھی سوائے صدقۃ الفطر کے زکوٰۃ نہیں ہے، ہاں اگر گھوڑے یا غلام تجارت کے لیے ہیں تو تجارت کے دوسرے مال کی طرح بھی زکوٰۃ فرض ہوگی، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر گھوڑے نر و مادہ یا صرف مادہ جنگل میں چرنے والے ہوں، تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے، کیونکہ ان سے افزائش نسل ہوتی ہے، اور یہی ان کے پالنے کا مقصد ہے، اگر صرف نر ہوں، تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے، اس لیے کہ ان سے نسل نہیں بڑھ سکتی پھر مالک کو اختیار ہے کہ ہر گھوڑے سے ایک دینار زکوٰۃ دے، یا ان کی قیمت لگا کر ہر دو سو درہم پر پانچ درہم ادا کرے، مگر یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے، صاحبین نے بھی اس میں جمہور کی موافقت کی ہے، اور محققین علماء احناف کے نزدیک فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے، جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے:

((عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیْسَ عَلَی الْمُسْلَمِ صَدَقَۃٌ فِیْ عَبْدِہٖ وَلَا فِیْ فُرْسِہٖ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ لَیْسَ فِیْ عَبْدِہٖ صَدَقَۃٌ اِلَّا صَدَقَۃَ الْفِطْرِ)) (صحیحین)

"یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مسلمان کے غلام

اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں، ایک روایت میں ہے، آپ نے فرمایا اس کے غلام میں صدقۃ الفطر
کے سوا کوئی زکوٰۃ نہیں۔''

گدھے اور خچر:

گدھے اور خچر عموماً مال برداری کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، اس لیے بحکم ((لَیْسَ عَلَی الْعَوَامِلِ صَدَقَۃٌ)) ان میں زکوٰۃ نہیں ہے، اگر افزائش نسل کے لیے پالے جائیں، تب بھی احادیث میں ان کی زکوٰۃ کی تصریح نہیں ہے، بلکہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا، ((وَقَالُوْا فَالْحُمُرُ)) کہ یارسول اللہ گدھوں کے بارے میں کیا ارشاد ہے، تو آپ نے صرف اتنا فرمایا کہ:

((مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْھَا شَیْئًا اِلَّا ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ الْجَامِعَۃِ الْفَاذَّۃِ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ)) (مسلم شریف)

یعنی ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بجز ایک ہی جامع آیت کے (جو ہر قسم کی نیکی اور برائی کو شامل ہے) کوئی خاص حکم نہیں اتارا کہ ''جو شخص ذرہ کے برابر نیکی کرے گا، وہ اس کا ثمرہ پالے گا، اور جو شخص ذرہ کے برابر برائی کرے، وہ بھی اس کا اثر ضرور دیکھے گا، مطلب یہ ہے، کہ گدھوں اور خچروں کا مالک اگر ان کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کرے گا، تو اس کا نفلی صدقہ ہو گا، اور اس کا اجر رائیگاں نہیں جائے گا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

((عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللّٰہ عنہ مَرْفُوْعًا قَالَ عَفَوْتُ لَکُمْ عَنْ صَدَقَۃِ الْجَبْھَۃِ وَالْکُسْعَۃِ وَالنَّخَۃِ قَالَ بَقِیَّۃُ الْجَبْھَۃُ وَالْکُسْعَۃُ الْبِغَالُ وَالْحَمِیْرُ وَالنُّخَّۃُ الْمُرَبِّیَاتُ فِی الْبُیُوْتِ)) (البیہقی بحوالہ مرعاۃ المفاتیح ص ۹۰ ج ۳)

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہارے لیے گھوڑے، گدھے، خچر اور گھر میں پلنے والے جانوروں کی زکوٰۃ معاف کردی ہے۔''

ہاں اگر کوئی شخص ان جانوروں کی تجارت کرے، تو ان میں تجارتی مال کی حیثیت سے زکوٰۃ فرض

ہے۔

عامل کی رضامندی اور اس سے متعلقہ تفصیل:

ارباب مال کو چاہیے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے آئیں، ان کی خندہ پیشانی سے استقبال کریں، اور وصولی زکوٰۃ کی راہ میں مشکلات پیدا نہ کریں، کیونکہ عامل کو خوش وخرم لوٹانا تکمیل زکوٰۃ کے لیے ضروری ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((سَیَاتِیْکُمْ رُکَیْبٌ مُّبْغَضُوْنَ فَاِذَا جَاءُ کُمْ فَرَحِّبُوْا بِھِنْ وَخَلُّوْا بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ مَا یَبْتَغُوْنَ فَاِذَا عَدَلُوْا فَلِاَنْفُسِھِمْ وَاِنْ ظَلَمُوْ فَعَلَیْھَمْ وَارْضُوْھُمْ فَاِنَّ تَمَامَ زَکٰوتِکُمْ رِضَاھُمْ وَلْیَدْعُوْا لَکُمْ)) (ابوداود)

''تمہارے پاس (زکوٰۃ وصول کرنے والوں کے) چھوٹے چھوٹے ناپسندیدہ قافلے آیا کریں گے، جب وہ آئیں، تو انہیں مرحبا اور خوش آمدید کہو، اور جو کچھ وہ زکوٰۃ کے سلسلہ میں تم سے طلب کریں، انہیں لینے دو، اگر عدل کریں گے، تو انہیں ثواب ہوگا، اور اگر ظلم کریں گے، تو ان کی سزا پائیں گے، تم ان کو راضی کیا کرو، ان کے خوش ہونے سے تمہاری زکوٰۃ پوری ہوگی، ورنہ ادھوری رہے گی، اور زکوٰۃ وصول کرنے کے بعد انہیں تمہارے حق میں خیر وبرکت کی دعا کرنی چاہیے۔''

نیز آپ نے فرمایا:

((اِذَا اَتَاکُمُ الْمُصَدِّقُ فَلْیَصْدُرْ عَنْکُمْ وَھُوَ عَنْکُمْ رَاضٍ)) (مسلم)

''جب عامل تمہارے پاس زکوٰۃ لینے آئے تو اس سے ایسا برتاؤ کرو کہ وہ تم سے خوش ہو کر واپس جائے۔''

ایک اور حدیث میں ہے:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنَ الْاَعْرَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالُوْا اِنَّ نَاسًا مِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ یَاْتُوْنَا فَیَظْلَمُوْنَّا فَقَالَ اَرْضُوْا مُصَدِّقِیْکُمْ قَالُوْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَاِنْ ظَلَمُوْنَا قَالَ اَرْضُوْا مُصَدِّقِیْکُمْ وَاِنْ ظُلِمْتُمْ)) (ابوداود)

’’حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ دیہات کے رہنے والے کچھ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا آپ کے فرستادہ زکوٰۃ وصول کرنے والے (عامل) ہمارے پاس آتے ہیں، وہ ہم پر ظلم کرتے ہیں، اور واجب حق سے بڑھ کر زکوٰۃ لیتے ہیں، یہ سن کر آپ نے فرمایا، زکوٰۃ لینے والوں کو خوش کیا کرو، وہ کہنے لگے، یارسول اللہ! خواہ وہ ہم پر ظلم کریں، فرمایا: زکوٰۃ لینے والوں کو خوش کیا کرو، اگرچہ تم پر ظلم کیا جائے۔‘‘

لیکن یہ بات خاص ذہن میں رہے کہ آنحضرت ﷺ کے عامل قطعاً ظلم نہیں کرتے تھے، اور نہ حق سے زیادہ وصل کرنے کی کوشش کرتے تھے، جیسے کہ اس کی ایک روشن مثال پہلے بیان ہوچکی ہے، اور آپ کے سب عامل (تحصیلدار) ایسے ہی تھے، لیکن چونکہ انسان جب طبعی بخل کی وجہ سے چاہتا ہے کہ اسے یا تو سرے سے کچھ دینا ہی نہ پڑے، یا کم سے کم دینے سے خلاصی ہو جائے، اس لیے پورا شرعی حق وصول کرنے کو بھی اپنے حق میں ظلم اور زیادتی سمجھتا ہے، اور پورا پورا حق لینے والے عامل سے بلاوجہ بغض رکھتا ہے، اور اسے ناپسند کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے ان کی شکایت کا ازالہ نہیں فرمایا، اور نہ اسے قابل التفات سمجھا ہے، کیونکہ آپ جانتے تھے، کہ آپ کے فرستادہ عامل زکوٰۃ وصول کرنے کے سلسلہ میں ہرگز ہرگز زیادتی نہیں کرتے ہیں۔

اس کی کچھ مثالیں حدیث کی کتابوں میں آئیں ہیں، مختصر ایک مثال فرمایئے سوید بن غفلہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس آنحضرت ﷺ کا مصدق آیا، میں نے اسے کہتے ہوئے سنا کہ مجھے ہدایت کی گئی ہے، کہ میں کوئی دودھ دینے والا جانور زکوٰۃ میں نہ لوں، اور نہ علیحدہ علیحدہ مال کو جمع کروں، اور نہ اکٹھے مال کو الگ الگ کروں اس مصدق کو ایک آدمی نے اپنے اونٹوں کی زکوٰۃ میں ایک بڑی کوہان والی موٹی تازی اونٹنی لا کردی، اور کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے مال سے بہترین اونٹنی قبول کریں، مگر مصدق نے لینے سے انکار کردیا، پھر وہ اس سے کم درجہ کی اونٹنی لایا، مصدق نے اسے بھی لینے سے انکار کردیا، پھر وہ اس سے بھی کم درجہ کی اونٹنی لایا، مصدق نے وہ قبول کرلی، اور کہا اب مجھے ڈر ہے کہ آنحضرت ﷺ خفا ہوں گے، اور فرمائیں گے، تم ایک

مسلمان کا بہترین مال لے آئے ہو۔ (ابوداؤد)

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اگر کوئی عامل فی الواقع ہٹ دھرمی کرتا ہے، اور حق سے زیادہ وصول کرنا چاہتا ہے، تو اسے من مانی کاروائی کرنے کی کھلی چھٹی ہے، بلکہ اسے ایسا کرنے سے روکا جائے گا اور اس کا یہ فعل حاکم اعلیٰ کے نوٹس میں لایا جائے گا، خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایسی صورت میں حق سے زیادہ نہ دیا جائے۔

کیا ظلم عامل کے خوف سے کچھ مال چھپا لیا جائے:

کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ عامل کے فرضی ظلم سے بچنے کے لیے کچھ مال چھپالے، مثلاً ایک شخص کے پاس ۱۲۰ بکریاں ہیں، سال کے بعد اس میں ایک بکری زکوٰہ دینا پڑتی ہے، وہ ڈرتا ہے کہ عامل اس سے دو بکریاں وصول کرے گا، اس لیے وہ عامل کے سامنے صرف ۴۰ بکریاں پیش کرتا ہے، اور ۸۰ بکریاں چھپا لیتا ہے، تا کہ اسے ایک بکری زکوٰۃ دینا پڑے، جو درحقیقت اس کے مال کی زکوٰۃ ہے، ایسا کرنا ناجائز ہے، ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا:

((یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اَصْحَابَ الصَّدَقَۃِ یَعْتَدُوْنَ عَلَیْنَا اَفَتَکْتُمُ مِنْ اَمْوَالِنَا بِقَدْرِ مَا یَعْتَدُوْنَ قَالَ لَا)) (رواہ ابوداود)

یارسول اللہ! زکوٰہ لینے والے ہم پر زیادتی کرتے ہیں، اور اصل حق سے زیادہ مانگتے ہیں (مثلاً ۱۲۰ بکریاں سے ۲ بکریاں مانگتے ہیں) اگر اجازت ہو تو جس قدر وہ زیادتی کرتے ہیں، اس کے مطابق ہم اپنا مال چھپالیں (تا کہ پوری پوری زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے، اور ہم ظلم سے بھی محفوظ رہیں، جیسے ۱۲۰ بکریوں میں سے ۸۰ بکریاں چھپالیں، آپ نے فرمایا، نہیں اس کی اجازت نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس طرح مال چھپانے کو ناجائز قرار دے کر ایک بہت بڑے فتنے کا دروازہ بند فرمادیا، ورنہ اکثر لوگ عمال کی زیادتی کا بہانہ بنا کر اپنا اپنا مال چھپا لیتے، اور بہت کم زکوٰۃ وصول ہوتی، اور یوں نظام زکوٰۃ کا پورا ڈھانچہ غیر مؤثر ہو کر رہ جاتا، رہا عوام کو ظالم عامل کو دستبرد سے بچانے کا مسئلہ تو اس کا حل یہ ہے کہ اگر عوام میں اتنا شعور ہے کہ وہ زکوٰۃ کے

مسائل جانتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ عامل واقعی ظلم کر رہا ہے، اور اپنے حق سے زیادہ مانگ رہا ہے، تو وہ اس کو دلائل و براہین کے ذریعہ صحیح صحیح زکوٰۃ لینے پر مجبور کریں، اور اسے حق سے زیادہ ہرگز نہ دیں، لیکن اگر ظلم وستم سے باز نہ آئیں، تو اس کا معاملہ اسلامی حاکم اعلیٰ کے روبرو پیش کریں۔

شریعت کے مطابق زکوٰۃ لینے والا عامل:

جو عامل حق پر قائم رہے، صدقہ زکوٰۃ کے سلسلہ میں کسی نوع کی خیانت اور بد دیانتی کا ارتکاب نہ کرے، ارباب اموال سے واجب حق سے زیادہ وصول نہ کرے، اور نہ کوتاہی سے کام لے تو آنحضرت ﷺ نے اسے مجاہد اور غازی کی طرح اجر و ثواب کا مستحق قرار دیا ہے، نمازی کی طرح یہ بھی گھر سے جانے کے وقت سے واپسی تک برابر اجر و درجہ پاتا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

((عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْعَامِلُ عَلَی الصَّدَقَۃِ بِالْحَقِّ کَالْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلٰی بَیْتِہٖ)) (سنن ابی داود)

مال مستفاد کی تعریف اور حکم:

اگر کسی آدمی کو زکوٰۃ دیتے ہوئے (مثلاً) نصف سال گذر چکا ہے پھر اسے ورثہ یا ہبہ کی صورت میں کچھ اور مال مل جاتا ہے، یا وہ نیا مال خرید لیتا ہے، تو اس کو مال مستفاد کہتے ہیں، جیسے ایک آدمی کے پاس ۸۰ بکریاں ہیں، زکوٰۃ دینے کے چھ مہینے بعد اسے ۴۰ بکریاں ورثہ میں مل جاتی ہیں، تو یہ ۴۰ بکریاں مال مستفاد ہوں گی، اب سوال یہ ہے کہ اس مال مستفاد کی زکوٰۃ پہلے سال کے ساتھ ادا کی جائے، یا سال پورا ہونے کے بعد، اس میں اختلاف ہے، تفصیل آگے آرہی ہے۔

مال مستفاد کی مختلف صورتیں:

الف:...... مال مستفاد پہلے مال سے حاصل ہوا ہے، مثلاً ۱۰۰ بکریوں کی زکوٰۃ ادا کی گئی، پھر اگلا سال آنے تک وہ بچے دے کر ۲۰۰ ہوگئیں، یا تجارتی مال کی صورت میں ۱۰۰۰ روپے کی زکوٰۃ ادا کی، اگلا سال پورا ہونے تک نفع وغیرہ مل کر ۲۰۰۰ روپے ہوگیا۔

ب:...... مال مستفاد پہلے مال کی قسم سے نہیں ہے، جیسے کسی کے پاس ۱۰۰ بکریاں تھیں، چھ ماہ کے بعد اسے ۴۰ اونٹ ورثہ یا ہبہ میں مل گئے۔

ج:...... مال مستفاد پہلے مال کی قسم سے نہیں ہے، جیسے کسی کے پاس پہلے ۱۰۰ بکریاں تھیں، سات آٹھ ماہ کے بعد اسے مزید ۱۰۰ بکریاں ورثہ یا ہبہ میں مل گئیں۔

پہلی صورت میں بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک مال مستفاد کی زکوٰۃ پہلے مال کے ساتھ دی جائے گی، اس کے لیے علیحدہ سال کا انتظار نہ کیا جائے گا۔

دوسری صورت میں سب کے نزدیک بالاتفاق مال مستفاد کی زکوٰۃ پہلے مال کے ساتھ نہیں دی جائے گی، بلکہ اس کے لیے الگ سال پورا کیا جائے گا، جب اس کا سال پورا ہوگا، تو اس کی زکوٰۃ دی جائے گی۔

تیسری صورت میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال مستفاد کی زکوٰۃ پہلے مال کے ساتھ ادا کی جائے گی، اس کے لیے الگ سال اور علیحدہ حساب کی ضرورت نہیں ہے، دوسرے ائمہ کرام اور محدثین عظام فرماتے ہیں کہ اس صورت میں الگ سال پورا ہونے کے بعد مال مستفاد کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی، اس کو پہلے مال میں شامل نہیں کیا جائے گا، اور یہی مذہب حق اور صحیح ہے، حدیث پاک اس کی تائید کرتی ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((عَنْ ابْنِ عَمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا فَلَا زَکٰوۃَ عَلَیْہِ حَتّٰی یَحُوْلُ عَلَیْہِ الْحَوْلُ)) (ترمذی)

''یعنی جس کو مال مستفاد ملے، وہ سال گزرنے کے بعد اس کی زکوٰۃ دے۔''

۲۔ سونا، چاندی یا نقدی کی زکوٰۃ:

جن چار قسم کے مالوں میں زکوٰۃ فرض ہے، ان میں دوسری قسم سونا، چاندی ہے، اور اسی کے حکم میں نقدی ہے، ان میں زکوٰۃ کی فرضیت کتاب وسنت سے ثابت ہے، جو اس سے انکار کرے وہ کافر ہے، اسے اس سے فوراً توبہ کرنی چاہیے، ورنہ شرعاً مستوجب قتل ہے، اور جو انکار نہ کرے،

اور ادا بھی نہ کرے، وہ فاسق ہے۔

نقدی کی زکوٰۃ نہ ادا کرنے کی وعید:

اس کے متعلق قرآن وحدیث میں سخت وعید آئی ہے، جس سے بچنا ایک سچے مسلمان کا فرض ہے، حدیث شریف میں آیا ہے:

((عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه ﷺ ما من صاحب ذهب ولا فضة لا يودى منها حقها الا اذا كان يوم القيامة صُفِّحَتْ لَه صَفائح من نار فاحمى عليها فِيْ نار جهنم فيكوى بها جنبه وجبينه وظهره كلما رُدَّت اعيدت لَه فى يوم كان مقداره خمسين الف سنة حتى يقضى بين العباد فيرى سبيلُهٗ اِمَّا الى الجنة واما الى النار الخ)) (صحيح مسلم)

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: سونے چاندی کا جو مالک ان کا حق ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن اس کے لیے اس سونے چاندی کی چوڑی چوڑی سلاخیں بنائی جائیں گی، پھر انہیں جہنم میں آگ کی طرح سرخ کیا جائے گا، اور ان سے اس کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ پر داغ دیئے جائیں گے، جب وہ سرد پڑ جائیں گے تو جہنم کی آگ گرم کر کے دوبارہ داغ دینے شروع کیے جائیں گے، اور لوگوں کے درمیان فیصلہ ہونے تک پچاس ہزار سال کے دن اس کے ساتھ یہی سلوک ہوتا رہے گا، اس کے بعد اسے جہنم کا راستہ دکھایا جائے گا، یا جنت کا۔“

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس کی تائید اس طرح نازل فرمائی:

{وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ط يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ} (التوبة: ۳۴۔۳۵)

”جو لوگ سونا، چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں، اور اسے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے،

آپ ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیں، جس دن ان کے اس مال کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں، اور پیٹھوں پر داغ دیئے جائیں گے، اور ان سے کہا جائے گا، یہ وہی مال ہے، جسے تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا، اب اپنے جمع کیے ہوئے مال کا مزہ چکھو۔“

ان تین اعضاء کو داغ دینے کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی ضرورت مند سوال کرتا ہے، تو سب سے پہلے کراہت اور ناپسندیدگی کے آثار ان کے چہروں پر ظاہر ہوتے ہیں، اپنی پیشانیوں پر شکن ڈالتے ہیں، اور تیوری چڑھا کر سائل کو غضب ناک نظر سے دیکھتے ہیں، تاکہ وہ اپنا حق طلب کرنا چھوڑ دے، اگر ضرورت مند زیادہ توجہ دلائے، تو پہلو بدل کر دوسری طرح متوجہ ہو جاتے ہیں، اگر سائل نے پھر جرأت سے کام لیا، تو پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں، یہ اللہ کے انعام اور فضل کی انتہائی ناسپاسی ہے، جس کا ارتکاب عموماً بخیل سرمایہ دار کرتے ہیں، بخاری شریف میں ہے:

((مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُوَدِّ زَكٰوتَه مُثِّلَ مَالُه يَوْمَ الْقِيَامَة، شُجَاعًا اَقْرَعَ لَه زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُه يَوْمَ الْقِيَامَة ثُمَّ يَاْخُذُ بِلَهْزِ مَتَيْه يَعْنِيْ شِدْ قِيْه فَيَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ وَاَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِه هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِه يَوْمَ الْقِيَامَة))

”جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال (سونا چاندی) دیا ہو اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہو، تو قیامت کے دن اس کے مال کو ایک نہایت زہریلے سانپ کی شکل دی جائے گی، اور طوق کی طرح اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا، وہ اس کے منہ پر دونوں جانب ڈنگ مارے گا، اور کہے گا، میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، جسے تو جمع کر کے دنیا میں چھوڑ آیا، پھر آنحضرت ﷺ نے اس کی تصدیق کرنے والی قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں بخل سے کام لیتے ہیں، وہ ہرگز نہ سمجھیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے، بلکہ یہ ان کے حق میں بدتر ہے، جس مال کے ساتھ انہوں نے بخل کیا ہے، قیامت کے دن اسے (سانپ بنا کر) ہار کی

طرح ان کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔''

ایک روایت میں ہے، وہ سانپ سے ڈر کر بھاگے گا، سانپ اس کے پیچھے دوڑے گا، حتی کہ وہ تھک ہار کر اپنا ہاتھ اس کے منہ میں ڈال دے گا، اور وہ اسے اونٹ کی طرح چباتا ہوا نکل جائے گا۔

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے بخیل کو قیامت کے دن قسم قسم کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا، کبھی اس کے سیم وزر کی چوڑی چوڑی سلاخیں بنائی جائیں گی، کبھی اس کو زہریلے سانپ کی شکل دی جائے گی، اور اس کے گلے میں طوق کی طرح ڈال دیا جائے گا، کبھی وہ اس کے آگے دوڑے گا اور سانپ اس کے پیچھے پیچھے حتی کہ بخیل تھک ہار کر اپنا ہاتھ اس کے منہ میں ڈال دے گا، جسے وہ چبا کر نگل جائے گا، اور پھر اس کے جسم کو کھا جائے گا، جیسا کہ ((ثُمَّ يُتْبِعُه سَائِرَ جَسَدِهٖ)) کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

نقدی اور سونے، چاندی کی زکوٰۃ کے تفصیلی احکام:

مال کی دیگر اقسام بہائم، اجناس خوردنی اور مال تجارت کی طرح نقدی اور سونے چاندی کے مالکوں پر بھی زکوٰۃ فرض ہے، اور اس کی فرضیت کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، جو شخص نقدی اور سونے چاندی کے نصاب کا مالک ہے، اور اس پر سال بھی گذر چکا ہے، پھر ہر سال اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، اور اس سلسلہ میں غفلت اور سستی سے کام لیتا ہے، اس کے لیے قرآن حکیم اور حدیث پاک میں سخت وعید وارد ہوئی ہے، جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے، یہ مال، دولت محض اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، اس میں زکوٰۃ ادا کرنا اس انعام کا شکر ہے، اس لیے کسی مسلمان کو اس نعمت کی ناسپاسی کر کے اللہ تعالیٰ کی وعید کا خطرہ مول نہیں لینا چاہیے۔

سونے چاندی کا نصاب:

بہائم اور اجناس خوردنی کی طرح سونے چاندی کے لیے بھی نصاب مقرر ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں:

(الف) **((عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْئٌ فِي الذَّهَبِ حَتّٰى يَكُوْنَ لَكَ عِشْرُوْنَ دِيْنَارًا وَحَالَ الْحَوْلُ فَفِيْهَا نِصْفُ دِيْنَارٍ)) (ابوداود)**

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے پاس دوسو درہم ہوں، اور ان پر سال بھی گذر جائے، تو ان میں زکوٰۃ پانچ درہم ہوگی، اور جب تمہارے پاس بیس دینار سونا ہو تو سال کے بعد اس میں نصف دینار زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔''

(ب) **((عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَ دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْاِبِلِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ مِنَ التَّمَرِ صَدَقَةٌ)) (احمد، بخاری من حدیث ابی سعید)**

''جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ۵ اوقیہ (۲۰۰ درہم) سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں ہے، اور ۵ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ نہیں ہے، اور ۵ وسق، تقریباً ۲۰ من سے کم غلہ میں زکوٰۃ نہیں ہے۔''

ان اور کتب احادیث میں مروی دیگر بیسیوں احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شارع علیہ السلام نے چاندی کے لیے ۲۰۰ درہم اور سونے کے لیے ۲۰ دینار مقرر کیا ہے، اور ان پر وجوب زکوٰۃ کے لیے ایک سال کی میعاد کو شرط قرار دیا ہے، ۲۰۰ درہم یعنی ۲/۱.۵۲ تولہ، اور ۲۰ دینار سونے کا وزن ۲/۱.۷ تولہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سونے چاندی کے مالک ہر مسلمان کے لیے اس نصاب کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے، نقدی کی زکوٰۃ چاندی کی قیمت کے مطابق ہوگی، بنا بریں چونکہ اس وقت چاندی کا نرخ ساڑھے تین روپے تولہ ہے، اس حساب سے ۲/۱.۵۲ تولہ چاندی کی قیمت رائج الوقت شرح کے لحاظ سے تقریباً ۱۸۴ روپے بنتی ہے، اس لیے نقدی کا نصاب ۱۸۴ روپے ہوگا، آج اگر کسی کے پاس اتنی یا اس سے زیادہ نقدی ہو، اور اس پر ایک سال کا عرصہ بھی گزر چکا ہو تو اس کو اس تمام رقم سے ۲/۱.۲٪ فی صد کے حساب سے زکوٰۃ

ادا کرنی چاہیے۔

کیا نصاب پورا کرنے کے لیے سونا اور چاندی دونوں کو جمع کیا جائے؟

اگر کسی کے پاس سونا اور چاندی میں سے کسی کا نصاب بھی پورا نہیں ہے، تو اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان دونوں کو جمع کر کے نصاب پورا کیا جائے، اور اس سے زکوٰۃ ادا کی جائے، لیکن دوسرے ائمہ اس کے خلاف ہیں، ان کے نزدیک جب تک سونے اور چاندی میں سے ہر ایک الگ الگ نصاب کو نہ پہنچے، زکوٰۃ واجب نہیں ہے، ان دونوں کو باہم ملا کر نصاب پورا نہیں کیا جائے گا، اور یہ مذہب صحیح ہے کیونکہ یہ دونوں دھاتیں علیحدہ علیحدہ جنسیں ہیں، اور اسی وجہ سے ان کی باہمی بیع کمی وبیشی کے ساتھ جائز ہے، تو ان کے ضم کرنے کے لیے قوی دلائل چاہئیں جو یہاں ناپید ہے۔

مال ضمار کی تعریف اور اس کا حکم:

اگر کسی شخص کا مال اس طرح اس کے ہاتھ سے نکل جائے، کہ اسے معلوم نہیں کہ وہ اسے واپس ملے گا یا نہیں، تو وہ مال ضمار کہلاتا ہے، مثلاً جنگل میں کسی جگہ مال دفن کیا، اور جگہ بھول گیا، یا مال سمندر میں ڈوب گیا، کا کسی نے چھین لیا، اور ثبوت نہیں ہے، کا کسی بادشاہ نے ناحق جرمانہ کر دیا یا کوئی قرض لے کر مکر گیا، اور اس کے پاس گواہ یا تحریر نہیں ہے۔

ان سب صورتوں میں اگر اسے مال مل جائے، خواہ کئی سال کے بعد ملے تو ایک سال کی زکوٰۃ دینا ہوگی، ملنے سے پہلے گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ نہیں پڑے گی، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مؤطا میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کسی ظالم حاکم سے چھینا ہوا مال مظلوم کو واپس دلوایا۔ اور لکھا کہ مال کا مالک گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ دے، لیکن اس کے بعد معاً دوسرا فرمان بھیجا کہ صرف ایک سال کی زکوٰہ دی جائے، یہ مال ضمار تھا، چنانچہ ہدایہ میں ہے:

((مَنْ كَانَ لَه عَلٰى اٰخَرَ دَيْنٌ فَجَحَدَهُ سِنِيْنَ ثُمَّ قَامَتْ بِه بَيِّنَة يُزَكِّه لِمَا مَضٰى مَعْنَاهُ صَارَتْ لَه بَيِّنَة بِاَنْ اَقَرَّ عِنْدَ النَّاسِ وَهِيَ مَسْاَلَة مَالِ الضِّمَارِ))

(ص ۱/۱۶۹)

''جس نے کسی سے قرض لینا ہو، اور مقروض کئی سال تک انکار کرتا رہے، پھر اس کا ثبوت مل جائے، جس کے نتیجہ میں مال وصول ہو جائے، تو وہ گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ مصنف کہتے ہیں کہ ثبوت ملنے کا یہ مطلب ہے کہ مقروض کہیں لوگوں کے سامنے اقرار کر بیٹھے اور یہ مال ضمار کا مسئلہ ہے۔''

قرض کی زکوٰۃ:

اگر کسی شخص نے کسی کو قرض دیا، اور کئی سال بعد وصول ہوا، تو اس پر ایک سال کی زکوٰۃ ہے، گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ نہیں دینا پڑے گی، اگر اسے نصاب کے مطابق رقم وصول نہیں ہوئی، لیکن اس کے پاس کچھ نقدی یا مال تجارت موجود ہو، جس میں زکوٰۃ واجب ہے، تو قرض کی رقم اس میں جمع کر کے زکوٰۃ دے، اگر اس کے پاس نقدی وغیرہ کچھ نہیں، تو پھر قرض کی وصول شدہ رقم یاد کرھے، اس کے بعد جب اسے اتنی رقم ملے کہ پہلی اور پچھلی مل کر ۵۲ ۱/۲ تولہ چاندی یا ۷ ۱/۲ تولہ سونے کو پہنچ جائے، تو اس کی زکوٰۃ ادا کرے، پھر جو رقم اسے تھوڑی بہت ملتی جائے، حساب کے مطابق اس کی زکوٰہ ادا کرتا جائے۔

اگر کسی مقروض کے پاس اس قدر سامان ہے کہ اس سے اس کا قرض ادا ہو سکتا ہے، لیکن اس کے علاوہ اس کے پاس نصاب کے مطابق نقد روپیہ بھی ہے، تو وہ نقد روپیہ کی زکوٰۃ دے، اگر قرض اتنا زیادہ ہے، کہ نقد اور اسباب دونوں سے پورا ہو سکتا ہے، تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔ (مؤطا)

یتیم کے مال میں زکوٰۃ:

یتیم کے مال میں زکوٰۃ فرض ہے، سرپرست پر لازم ہے کہ ہر سال اس کے مال سے زکوٰۃ ادا کرے، حدیث شریف میں آیا ہے:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍ وَاَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ اَلَا مَنْ وَلِيَ يَتِيْمًا لَه مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ فِيْه وَلَا يَتْرُكْه حَتّٰى تَاكُلَه الصَّدَقَة)) (رواہ الترمذی،

مشکوٰۃ)

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خطبہ دیا، اور فرمایا: لوگو! آگاہ ہو، جس کی زیر نگرانی کوئی مالدار بچہ ہو، وہ اس کا مال تجارت میں لگائے، ایسا نہ ہو کہ اس کو آہستہ آہستہ زکوٰۃ ختم کردے۔''

نیز مؤطا میں ہی:

((اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ اِتَّجِرُوْا فِیْ اَمْوَالِ الْیَتَامٰی لَا تَاْکُلُہ الزَّکوٰۃ)) (موطا)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یتیموں کے مال میں تجارت کرو، اسے زکوٰۃ نہ کھا جائے۔''

((عَنِ الْقَاسِمِ کَانَتْ عَائِشَۃ تَلِیْنِیْ وَاَخَالِیْ یَتِیْمِیْنِ فِیْ حَجْرِھَا فَکَانَتْ تُخْرِجُ مِنْ اَمْوَالِنَا الزَّکوٰۃ)) (موطا)

''قاسم کہتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی یتیمی کی حالت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی زیر نگرانی تھے وہ ہمارے مال سے زکوٰۃ نکالا کرتی تھیں۔''

نیز قاسم کہتے ہیں، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زیر سرپرستی کا مال تجارت میں لگا رکھا تھا۔

مذکورہ بالا حدیث اور آثار سے معلوم ہوا، کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ فرض ہے، فرضیت زکوٰۃ پر دلالت کرنے والی آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، کیونکہ ان میں چھوٹے اور بڑے کے درمیان فرق نہیں کیا گیا، بلکہ ان میں بتایا گیا ہے، کہ غنی پر زکوٰۃ فرض ہے، جہاں غنا پائی جائے گی، زکوٰۃ فرض ہوگی، اس مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا مذہب ہے کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ فرض ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور چند دیگر علماء کہتے ہیں کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے، لیکن یہ مذہب مرجوح ہے، یہ عجیب بات ہے کہ امام صاحب یتیم کی

کھیتی باڑی میں اور باغات کے پھلوں میں عشر واجب بتاتے ہیں، اور اس کے مال میں صدقۃ الفطر کے وجوب کے بھی قائل ہیں، مگر سونے چاندی میں زکوٰۃ نہیں مانتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ فرض ہے، مگر سرپرست ہر سال کی زکوٰۃ کا حساب محفوظ رکھے، جب لڑکا بالغ ہو، تو اسے بتادے کہ تمہارے مال میں گزشتہ سالوں کی اتنی زکوٰۃ واجب الادا ہے، اب یہ لڑکے کا کام ہے کہ زکوٰۃ دے یا نہ دے، سرپرست خود زکوٰۃ نہیں دے سکتا، یہ مذہب بھی مرجوح ہے، مذکورہ دلائل کے پیش نظر سرپرست کو چاہیے کہ وہ ہر سال وقت پر زکوٰۃ ادا کرے۔

زیور کی زکوٰۃ:

سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ فرض ہے، اس کے متعلق خاص احادیث وآثار کے علاوہ کتاب وسنت کے عموم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، قرآن حکیم میں ہے:

{وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّہَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَہَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْہُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ} (التوبۃ: ۳۴)

''یعنی جو لوگ سونا، چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں، اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، اے رسول! آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیں۔''

حدیث شریف میں ہے:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَفِی الرِّقَّۃِ رُبُعُ الْعُشْرِ)) (بخاری)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ چاندی میں چالیسواں حصہ (۲/۱.۲٪) زکوٰۃ فرض ہے۔''

((وَقَالَ لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَۃٌ فَاِذَا بَلَغَ مِائَتَیْ دِرْھَمٍ فَفِیْھَا خَمْسَۃُ دَرَاھِمَ))

''پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں ہے، جب ۲۰۰ درہم ہو جائیں تو ان میں سے ۵ درہم زکوٰۃ واجب ہے۔''

حدیث کے یہ الفاظ ذکر کر کے حافظ ابن حزم لکھتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ سونے چاندی میں زکوٰۃ ہے، اور سونے چاندی کے زیور بھی سونا چاندی ہیں، ان کو کسی نص اور اجماع نے زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں کیا۔ (المحلی: ص۸۰/۶)

آنحضرت ﷺ نے زیوارت سے زکوٰۃ نہ دینے پر بڑی وعید بیان فرمائی ہے، چنانچہ مندرجہ ذیل احادیث میں ہے:

(الف) ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍ وَاَنَّ اِمْرَاَةً اَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَمَعَهَا اِبْنَةٌ لَهَا وَفِيْ يَدِ اِبْنَتِهَا مَسْكَتَانِ غَلِيْظَانَ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهَا اَتُعْطِيْنَ زَكٰوةَ هٰذَا قَالَتْ لَا قَالَ اَيَسُرُّكِ اَنْ يُسَوِّرَكِ اللّٰهِ سِوَارًا مِنْ نَارٍ قَالَ فَخَلَعَتْهُمَا وَاَلْقَتْهُمَا اِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ هُمَا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِه)) (ابو داود، نسائی)

''عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک عورت آنحضرت ﷺ کے پاس آئی جس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی، اس کے ہاتھ میں سونے کے دوموٹے موٹے کنگن تھے، آپ نے پوچھا، اس کی زکوٰۃ بھی دیتی ہو؟ اس نے نفی میں جواب دیا، آپ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ پسند ہے، کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے بدلہ میں تمہیں آگ کے کنگن پہنائے؟ راوی کا بیان ہے کہ یہ سنتے ہی اس نے دونوں کنگن اتار دیئے، اور آنحضرت ﷺ کے سامنے رکھ دیئے اور بولی کہ میں یہ دونوں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی راہ میں دے دیئے۔''

(ب) ((عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَلْبَسُ اَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَكَنْزٌ هُوَ؟ فَقَالَ مَا بَلَغَ اَنْ تُوَدّٰى زَكٰوتُه فَزُكِّى فَلَيْسَ بِكَنْزٍ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)) (مشکوٰۃ)

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں سونے کی پازیبیں پہنا کرتی تھی، میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا یہ کنز (سونا چاندی جمع کردہ) ہے، آپ نے فرمایا: جو زکوٰۃ کے نصاب کو پہنچ جائے، اور اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے، تو وہ کنز نہیں ہے۔''

(ج) ((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللّٰہ عنہا قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَرَاٰى فِى يَدِىْ فَتَخاتٍ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا عَائِشَةُ؟ فَقُلْتَ صَنَعْتُهُنَّ اَتَزَيَّنُ لَكَ بِهِنَّ يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَتُوَدِّيْنَ زَكٰوتَهُنَّ فَقُلْتَ لَا قَالَ هُنَّ حَسْبُكِ مِنَ النَّارِ)) (ابو داود، دار قطنی)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، آنحضرت ﷺ گھر تشریف لائے، اور میرے ہاتھ میں بڑی بڑی انگوٹھیاں دیکھیں، اور پوچھا، عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ زیور میں نے آپ کی خاطر خوبصورتی حاصل کرنے کے لیے بنوائے ہیں، آپ نے فرمایا: ان کی زکوٰۃ بھی ادا کرتی ہو، میں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا: پھر آگ کی سزا کے لیے تجھے یہی کافی ہے۔''

واضح رہے کہ یہ روایات صحیح اور قابل حجت ہیں، تفصیل کے لیے عون المعبود تحفۃ الاحوذی وغیرہ ملاحظہ ہوں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زیورات کی زکوٰۃ دینی لازم ہے، ان کی زکوٰۃ نہ دینے والے بڑے خطرے میں ہیں، صحابہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ زیورات میں وجوب زکوٰۃ کے قائل ہیں۔

اور ائمہ دین میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول ہے، ہدایہ میں ہے:

((وَفِىْ تِبْرِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَحُلِيِّهَا وَاَوَانِيْهِمَا الزَّكٰوةُ))

''سونے چاندی کی ڈلی، ان کے برتنوں اور زیورات میں زکوٰۃ ہے۔''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ایک قول میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں، یہ حضرات قیاس اور بعض صحابہ کے اقوال سے استدلال کرتے ہیں، مگر صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس اور آثار کا قطعاً اعتبار نہیں

ہے، کتاب وسنت کے نصوص کی روشنی میں پہلا مذہب راجح اور دوسرا مذہب مرجوح ہے، اس لیے جن لوگوں کے پاس زیوارت نہیں، انہیں ہر سال زیورات کی زکوٰۃ بالالتزام ادا کرنی چاہیے وہ اپنے زیورات کا وزن کریں، اگر سونے کے زیورات ۲ /۱.۷ تولہ اور چاندی کے ۲ /۱.۵۲ تولہ یا اس سے زیادہ ہوجائیں تو ان کی قیمت سے ۲ /۱.۲٪ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کریں۔

متفرق مسائل:

(۱) جن کے پاس نصاب کے مطابق رقم ہے، پھر سال پورا ہونے تک اس میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے، نصاب سے کم نہیں ہوتی، تو ہر سال پورا ہونے پر ساری رقم میں زکوٰۃ واجب ہوگی، کیونکہ حولان حول کی شرف نصاب کے لیے ہے، دوران سال میں حاصل ہونے والی رقم کے لیے نہیں، جیسے کی کے پاس ۲۰۰ سو روپیہ ہے، پھر ماہ بماہ اس میں اضافہ ہوتا جائے، حتیٰ کہ سال پورا ہونے تک وہ رقم دو ہزار ہوجاتی ہے، تو دو ہزار کی زکوٰۃ دی جائے گی۔

(۲) جو آدمی نقدی یا تجاری مال کی زکوٰۃ ادا کرے، پھر چھ ماہ بعد اسے ورثہ یا ہبہ کی صورت میں کچھ رقم مل جائے، تو اسے عرف عام میں مال مستفاد کہتے ہیں، تو اس پر پہلے مال کے ساتھ اس کی زکوٰۃ دینی ضروری نہیں، بلکہ اس کی تحویل میں آنے کے ایک سال بعد اس رقم میں زکوٰہ واجب ہوگی، ہاں اگر اپنی آسانی کے لیے مال کے ساتھ زکوٰۃ دینا چاہے تو جائز ہے۔

(۳) اگر بیوی کا مال الگ ہے، تو اسے اپنے مال کی زکوٰۃ خود ادا کرنا ہوگی، شوہر پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی نہ صرف یہ کہ وہ اپنے مال کی خود زکوٰۃ ادا کرتی تھیں، بلکہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا، یا رسول اللہ! میرا خاوند غریب ہے، میں اپنی زکوٰۃ اسے دوں، تو ادا ہو جائے گی، آپ نے اثبات میں جواب دیا، اور فرمایا: بیگانوں کو دینے کے بجائے اپنے خاوند کو دینے میں تمہیں دوگنا ثواب ملے گا، ایک زکوٰۃ دینے کا، دوسرا صلہ رحمی کا۔

(۳) مال تجارت کی زکوٰۃ:

ہر قسم کے تجارتی مال میں زکوٰۃ فرض ہے، اور اس کے ادا کرنے کے لیے حولان حول کی شرط ہے، حدیث شریف میں آتا ہے:

((عَنْ سَمُرَۃ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کَانَ یَاْمُرُنَا اَنْ نُّخْرِجَ الصَّدَقَۃ مِنَ الّذِیْ نُعِدُّ لِلْبَیْعِ)) (مشکوٰۃ، ابو داود)

''سمرہ بن جندب کہتے ہیں کہ جو مال ہم تجارت کے لیے تیار کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اس سے زکوٰۃ دینے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔''

ایک شخص حماس نامی رنگے ہوئے کپڑوں اور تیر محفوظ رکھنے کے لیے ترکشوں کی تجارت کیا کرتا تھا، وہ کہتا ہے:

((اِنَّ عُمَرَ قَالَ لَہ قَوِّمْھَا یَعْنِیْ الْاُدُمَ وَالْجِعَابَ وَاَدِّ زَکَاتَھَا)) (کتاب الاموال لابی عبید وسنن البیھقی)

''امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا ان چمڑوں اور ترکشوں کی قیمت لگاؤ، اور ان کی زکوٰۃ ادا کرو۔''

ابن قدامہ کہتے ہیں، اس جیسا واقعہ مشہور ہوتا ہے، چونکہ اس پر کسی صحابی کا انکار مروی نہیں، لہٰذا اس پر اجماع ہوا (المغنی)۔ ہدایہ میں ہے۔

((اَلزَّکٰوۃ وَاجِبَۃ فِیْ عُرُوْضِ التِّجَارَۃ کَائِنَۃ مَّا کَانَتْ اِذَا بَلَغَتْ قِیْمَتُھَا نِصَابًا مِنَ الْوَرِقِ اَوِ الذَّھَبِ)) (ج ۱ ص ۱۷۷)

''زکوٰۃ ہر قسم کے سامان تجارت میں واجب ہے، جب اس کی قیمت سونے چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے۔''

مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کے تجارتی مال پر زکوٰۃ فرض ہے، اور اس پر علماء کا اتفاق ہے۔

معدودے چند افراد کے سوا ائمہ اربعہ اور دیگر تمام ائمہ دین اس بات پر متفق ہیں کہ تجارت کے

سامان میں زکوٰۃ واجب ہے، خواہ تاجر مقیم ہوں یا مسافر، ارزانی کے وقت سامان خرید کر گرانی کا انتظار کرنے والے تاجر ہوں، یا عام دکاندار جو رہ وقت اور ہر نرخ پر خرید و فروخت میں مصروف رہتے ہیں، تجارت کا مال نئے یا پرانے کپڑے ہوں، یا کھانے پینے کا سامان، ہر قسم کا غلہ، پھل، فروٹ، سبزی، گوشت وغیرہ، مٹی، چینی، دھات وغیرہ کے برتن ہوں یا جاندار چیزیں، غلام یا گھوڑے، خچر اور گدھے وغیرہ، گھر میں پلنے والی بکریاں ہوں، یا جنگل میں چرنے والے ریوڑ، غرض تجارت کے ہر قسم کے مال میں زکوٰۃ فرض ہے۔

(۴) غلہ کی زکوٰۃ، عشر یا نصف عشر

چند ضروری باتیں:

(۱) زمین سے پیدا ہونے والے غلہ سے جو حصہ بطور زکوٰۃ ادا کیا جاتا ہے، عشر کہلاتا ہے، عشر کا معنی ہے، دسواں حصہ، بعض حالات میں زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ واجب الادا ہوتا ہے، اس لیے اس کا نام عشر رکھا گیا ہے۔

(۲) جو کھیتی یا باغ بارش، چشمہ یا نہر کے پانی سے سیراب ہو، اور اسے تیار کرنے کے لیے کسی آلہ یا مشین سے پانی کھینچ کر دینے کی ضرورت نہ پڑے، یا ایسی زمین میں بوئی جائے، جس میں پانی سطح زمین کے قریب ہے، اور کھیتی یا درخت اپنی جڑوں کے ذریعہ پانی چوس کر نشوونما حاصل کرلیں، تو ایسی کھیتی یا باغات کے پھلوں میں عشر واجب الادا ہوتا ہے، اور جس کھیتی یا باغ کے پکانے اور تیار کرنے میں رہٹ، مشین یا کسی دوسرے مصنوعی آلہ کے ذریعے کھینچ کر پانی دینے کی ضرورت ہو، اس میں نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے، اس تفصیل کی وضاحت درج ذیل احادیث شریفہ میں کی گئی ہے:

(الف) ((عَنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُوْنُ اَوْ كَانَ عَثَرِيَّ الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعَشْرِ)) (رواہ البخاری، مشکوٰۃ)

(ب) ((اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْاَنْهَارُ وَالْعُيُوْنُ اَوْ كَانَ بَعْلًا اَلْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالسَّوَا فِي وَالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ)) (رواہ النسائی، مشکوٰۃ)

''یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو کھیتی، بارش اور چشموں سے سیراب ہوئی ہو، یا وہ بارانی ہو، اس میں عشر (دسواں حصہ) ہے، اور جو زمین جانوروں کے ذریعہ یا کسی دوسرے طریقہ سے پانی کھینچ کر سیراب کی جائے، اس میں نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے۔''

دونوں حالتوں میں کاشتکار کی محنت کا لحاظ رکھا جاتا ہے، چونکہ پہلی صورت میں محنت کم ہے، اس لیے زکوٰۃ زیادہ ہے، یعنی پیداوار کا دسواں حصہ دوسری صورت میں محنت زیادہ، یا پانی قیمتاً خریدنا پڑتا ہے، جیسے نہری علاقوں میں آبیانہ ادا کیا جاتا ہے، یا اس کے حصول میں اخراجات بڑھ جاتے ہیں، جیسا کہ بجلی یا انجن سے چلنے والے ٹیوب ویل میں عموماً خرچ ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں زکوٰۃ کم ہے، اسے (دسواں حصہ سے گھٹا کر بیسواں حصہ کر دیا گیا ہے، اگر کھیتی یا باغ کے تیار ہونے میں اول یعنی (بارش، نہر، چشمہ) اور دوسری قسم یعنی (رہٹ، ٹیوب ویل وغیرہ) کے ذرائع آب پاشی کا حصہ مساوی ہے، جیسے کچھ بارش ہوگئی اور کبھی رہٹ وغیرہ چل کر پانی دینا پڑا۔ تو اس صورت میں زکوٰۃ دسواں حصہ میں سے تین حصے دینا ہوگی، مثلاً بارانی فصل میں زکوٰۃ دو من ہے، تو اس صورت میں ڈیڑھ من دینا پڑے گا، اگر زیادہ تر بارش ہوتی ہے، لیکن ایک آدھ دفعہ رہٹ یا ٹیوب ویل سے بھی کھیتی سیراب ہوتی ہے، یا زیادہ تر ٹیوب ویل سے کام لیا جاتا ہے۔ اور پانی کھینچ کر دیا جاتا ہے اور کبھی بارش بھی ہو جاتی ہے، تو ایسی صورت میں اکثر کا اعتبار ہوگا، پہلی حالت میں عشر (یعنی دسواں حصہ) اور دوسری صورت میں نصف عشر (یعنی بیسواں حصہ) لازم ہوگا۔

امام ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں کوئی مخالفت نہیں (المغنی) علامہ زرقانی نے بھی اس پر

اتفاق نقل کیا ہے۔(زرقانی شرح مؤطا ص ۲۴۸/۱)

غلہ کا نصاب:

(۳) زمین کی پیداوار سے عشر نکالنے کے لیے شریعت نے نصاب مقرر کر دیا ہے جس کی پابندی لازمی ہے، اگر غلہ اس نصاب کو پہنچ جائے، تو عشر واجب ہوگا، اور اگر نصاب سے کم رہے تو عشر واجب نہیں، چنانچہ حدیث میں ہے۔

((عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیْ عَنْ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَا یَحِلُّ فِی الْبُرِّ وَالتَّمَرِ زَکٰوۃ حَتّٰی یَبْلُغَ خَمْسَۃ اَوْسُقٍ وَفِی لَفْظٍ لَیْسَ فِیْ حَبٍّ وَلَا تَمَرٍ صَدَقَۃ حَتّٰی یَبْلُغَ خَمْسَۃ اَوْسُقٍ)) (نسائی شریف مع التعلیقات السفیة ص ۲۸۱ و بخاری اصح المطابع ص ۲۰۱ ج ۱)

’’یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا، گندم، کھجور اور دانہ جب تک پانچ وسق (تقریباً ۲۰ من) نہ ہو، اس میں زکوٰۃ وعشر واجب نہیں۔‘‘

بعض لوگ آیت قرآن {وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ} الایۃ اور حدیث شریف ((فِیْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُیُوْنُ)) الخ کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ زمین سے پیدا ہونے والی اجناس خوردنی میں کوئی نصاب نہیں ہے، بلکہ زمین سے پیدا ہونے والی ہر تھوڑی یا بہت چیز میں عشر یا نصف عشر واجب ہے، اگر زمین سے دس سیر گندم پیدا ہوئی ہے، تو اس میں سے ایک سیر یا آدھ سیر دینا واجب ہے، مگر یہ مسلک بجز امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کے کسی نے اختیار نہیں کیا، جمہور علماء اس کے خلاف ہیں اور جمہور کا مذہب ہی صحیح ہے، کیونکہ آیت کریمہ اور حدیث شریف کے عموم کے پانچ وسق والی حدیث نے تخصیص کر دی ہے، چنانچہ امام بخاری پہلے حدیث ((فیما سقت السماء والعیون)) اور اس کے بعد پانچ وسق والی حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

((قَالَ اَبُوْ عَبْدُ اللّٰہِ ھٰذَا تَفْسِیْرُ الْاَوَّلِ حَدِیْثِ ابْنِ عُمَرَ سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ

وَبَیَّنَ فِیْ ھٰذَا وَوَقَّتَ وَالزِّیَادَۃ مَقْبُوْلَۃ وَالْمُفَسِّرُ یَقْضِیْ علی الْمُبْھَمِ اِذَا رَوَاہُ اَھْلُ التَّثَبُّتُ)) (بخاری شریف اصح المطابع ص ۱/۲۰۱)

’’یعنی ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا اس (پانچ وسق والی حدیث نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث (بارش سے پکنے والی کھیتی میں عشر ہے) کی تفسیر کر دی ہے، اور زمین سے پیدا ہونے والی قابل عشر جنس کا نصاب مقرر فرما دیا ہے، یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے زائد بات ہے، جو مقبول ہے جب اہل حفظ واتقان کوئی مفسر حدیث بیان کریں، تو مبہم روایت کے ابہام کو دور کر دیتی ہے۔‘‘

نصاب سے زائد قلیل وکثیر سب میں زکوٰۃ ہے، ((وَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذٰلِکَ)) ۱۹ من میں نصاب سے کم ہونے کی وجہ سے عشر واجب نہین، لیکن ۲۰ من سے زائد ایک من، بلکہ ۱۰ سیر ۲۰ سیر میں بھی عشر واجب ہے، چنانچہ عشر کی صورت میں ایک من میں ۴ سیر اور نصف عشر میں ۲ سیر دینا لازم ہے۔

کن چیزوں سے عشر ادا کیا جائے گا:

جن اشیاء میں عشر یا زکوٰۃ واجب ہے، ان کی مجمل فہرست مع مختصر احکام ترتیب وار درج ذیل ہیں۔

(۱) باغات سے حاصل ہونے والے پھل:

احادیث میں آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں پھلوں میں صرف کھجور اور انگور کی زکوٰۃ لینے کا ذکر آتا ہے، اس کے علاوہ کسی پھل سے عشر نہیں لیا گیا، چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں کے احکام ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

((اَلسُّنَّۃ الَّتِیْ لَا اخْتِلَاف۔ فِیْھَا عِنْدَنَا وَالَّذِیْ سَمِعْتُ اَحَدَ الْعِلْمِ اَنَّہ لَیْسَ فِیْ شَیْئٍ مِنَ الْفَوَاکِہِ کُلِّھَا صَدَقَۃ)) (موطا مع زرقانی ص ۳۶۹)

’’یعنی وہ طریقہ جس میں ہمارے نزدیک کوئی اختلاف نہیں، یہ ہے کہ (کھجور اور انگور کے علاوہ)

کسی قسم کے پھل میں عشر واجب نہیں، اور ایسا ہی میں نے اہل علم سے سنا ہے۔''

ان دونوں پھلوں کی زکوٰۃ کا طریقہ یہ ہے کہ پھل پکنے کے قریب صاحب فراست عامل باغ میں گھوم پھر کر تمام پھل دیکھے، اور اندازہ لگائے کہ اس باغ میں تر تازہ اور تر پھل کتنے من ہیں، اور خشک ہونے کے بعد کتنے رہ جائیں گے، مثلاً ایک باغ کا اندازہ لگایا کہ اس میں تر پھل ۱۵۰ من ہیں، خشک ہونے کے بعد یہ ایک سو من رہ جائیں گے، سو من میں عشر ۱۰ من اور نصف عشر ۵ من ہے، یہ تفصیل اپنے رجسٹر میں درج کرے، پھر جب پھل کٹ کر خشک ہو جائیں، تو اگر عشر یا نصف عشر وصول کرے، عشر میں خشک کھجور اور منقی لیا جائے گا، تازہ پھل نہیں لیے جائیں گے، یہ تفصیل حدیث میں یوں ہے:

((عَنْ عُتَّابِ بْنِ اُسَبْ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُخْرَصَ الْعِنَبُ كَمَا يَخْرَصُ النَّخْلُ وَتُؤْخَذُ زَكٰوتُه زَبِيْبًا كَمَا تُؤْخَذُ صَدَقَةُ النَّخْلِ تَمْرًا)) (ابو داود)

''یعنی عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حکم جاری فرمایا کہ انگور کا اندازہ کھجور کی طرح لگایا جائے، اور اس کی زکوٰۃ منقٰہ کی صورت میں لی جائے، جیسا کہ کھجور کی زکوٰۃ خشک کھجور سے وصول کی جاتی ہے۔''

کھجور و انگور کے اندازہ کرنے کے بعد اب باغ کا مالک آزاد ہے، کہ اپنا پھل تازہ بتازہ بیچ دے، خود کھائے یا دوست واحباب کو تحفے میں دے دے۔

عشر کے مال میں اندازہ لگانے کی حکمت:

اندازہ کا یہ طریقہ فریقین (فقراء اور اصحاب مال) یہ پھل خشک اور تازہ دونوں کھائے جاتے ہیں، اس لیے اگر اندازہ کے بغیر ان کے استعمال کی اجازت ہوتی تو فقراء کا سراسر نقصان تھا، اور اگر عشر ادا کیے بغیر ان کے استعمال سے روک دیا جاتا تو اصحاب مال خسارہ میں رہتے اور طرح طرح کی مشکلات میں مبتلا ہو جاتے، اندازہ لگانے سے فقراء کے نقصان کا خطرہ جاتا رہا، اور

اصحاب مال کے لیے بھی کوئی وقت باقی نہ رہی، اس طریقہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس میں صاحب مال کی ہیرا پھیری اور خیانت کا اندیشہ باقی نہیں رہتا، فقراء کا حق اس کے ذمہ متعین ہو جاتا ہے، عامل وقت پر اگر وصول کرے گا، شریعت کی طرف سے اس سلسلہ میں ارباب مال کو ایک رعایت بھی دی گئی ہے، جس کا ذکر حدیث میں یوں آیا ہے:

((عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِىْ حَثَمَةَ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا خَرَصْتُمْ فَجُرُّوْا فَدَعَوْ الثُّلُثَ فَاِنْ لَمْ تَدَعُوْا الثُّلُثَ فَدَعُوا الرُّبُعَ)) (ابو داود)

''یعنی جب کسی باغ کا اندازہ لگاؤ، تو تیسرا حصہ چھوڑ دو، اگر تیسرا حصہ نہ چھوڑ و تو چوتھا حصہ چھوڑ دو۔''

اس کے دو معنی ہیں، اصل اندازے سے تیسرا یا چوتھا حصہ چھوڑ دو، یا عشر لیتے وقت عشر سے تیسرا یا چوتھا حصہ چھوڑ دو، مثلاً کسی باغ کے خشک پھل کا اندازہ ۱۰۰ من ہے، تو اس سے ۳۳ یا ۲۵ من چھوڑ دو، یا اس کے عشر ۱۰ من سے ۴ /۱. ۴ من یا ۲ /۱. ۲ من چھوڑ دو، کیونکہ باغ والے کو اپنے طور پر بھی غرباء، مساکین اور مزدور پیشہ لوگوں سے ہمدردانہ سلوک کرنا پڑتا ہے، نیز دوست و احباب، خویش و اقارب کے حقوق بھی ادا کرنا ہوتے ہیں۔

ملحوظ:

ان کے علاوہ دوسری قسم کے پھل جیسے سنگترہ، مالٹا، ناشپاتی، آڑو، خربوزے، تربوز، اور آم وغیرہ جو چند دن کے مہمان ہوتے ہیں، عشر زکوٰۃ سے مستثنٰی ہیں ان کے مالک ان پھلوں کو بیچیں، سال کے بعد ان کی قیمت سے جو کچھ بچ رہے، اس کی زکوٰۃ دیں۔

چاول، مکئی، چنے، باجرہ وغیرہ سے عشر دیا جائے۔

(۲) اجناس خوردنی اور ہر قسم کا غلہ جو انسان کی خوراک بنتا ہے، جیسے گندم، چاول، مکئی، باجرہ، جو، چنا اور جوار وغیرہ، ان میں سے جو قسم نصاب کو پہنچ جائے، اس میں یہ تفصیل مذکور واجب ہے، نصاب کو نہ پہنچے تو عشر نہیں ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گندم، چھلکا دار اور بغیر چھلکا

کے جو اگر علیحدہ علیحدہ نصاب کو پہنچتے، اور سب کو جمع کرنے سے نصاب پورا ہو جاتا ہے، تو عشر واجب ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ کا اختلاف:

(۳) ہر قسم کی دالیں جیسے چنے، ماش، مونگی اور مسور اور مٹر وغیرہ امام مالک اور دوسرے ائمہ کا اس میں بھی اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ کے نزدیک ان میں جو قسم نصاب کو پہنچ جائے گی، اس میں عشر واجب ہے اور جو نصاب کو نہیں پہنچے گی، اس میں عشر واجب نہیں، ان کو جمع کر کے نصاب پورا نہیں کیا جائے گا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک علیحدہ علیحدہ یا سب مل کر نصاب کو پورا کر دیں، دونوں صورتوں میں عشر واجب ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے مختلف دالوں کو جمع کر کے عشر لیا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ جب ان کی شکل وصورت، ان کے خواص اور ان کے نام الگ الگ ہیں، تو ان کو جمع کرنا چاہیے، بلکہ جو قسم نصاب کو پہنچ جائے، اس میں عشر واجب ہے، ورنہ نہیں۔

گڑ، شکر اور چینی وغیرہ میں عشر:

(۴) گڑ، شکر اور چینی میں یہ تینوں مل کر یا الگ الگ نصاب کو پہنچ جائیں، دونوں صورتوں میں عشر واجب ہے، کیونکہ یہ تینوں ایک ہی چیز کے مختلف شکلیں ہیں۔

سرسوں اور توریہ وغیرہ:

(۵) تیل نکالنے کے بیج مثلاً توریا، سرسوں، تارا میرا اور ارنڈی وغیرہ، زیتون بھی ایک قسم کے دانے ہیں، جو عرب ممالک شام ولبنان میں بکثر پیدا ہوتے ہیں، برصغیر پاک وہند میں پیدا نہیں ہوتے، ان سے زیتون کا تیل حاصل کیا جاتا ہے، یہ دانے کسی اور طریقے سے استعمال نہیں ہوتے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں اس کیع شر کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ اگر کسی کے کھیت سے ۲۰ من (پانچ وسق) زیتون کے دانے ہوں، تو مالک ان کا تیل نکلوائے اور اس تیل سے عشر یا نصف عشر ادا کرے، عشر میں دانے نہیں دے سکتا، ہمارے ہاں کے تیل نکالنے کے بیجوں کو بھی

اس پر قیاس کیا جائے۔

گورا، چری وغیرہ سے عشر:

(۶) وہ دانے جو عموماً انسان کی خوراک تو نہیں بنتے، لیکن مویشیوں گوارا چری، موٹھ، جوکی، برسیم، لوسن وغیرہ، جن ائمہ کے نزدیک دانوں میں عشر دینے کے لیے ان کا خوراک ہونا ضروری ہے، ان کے نزدیک تو ان میں عشر نہیں ہے، لیکن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک (ادخار) سال بھر باقی رہنا ہی کافی ہے خوراک بنیں یا نہیں بنیں، اس لیے ان کے نزدیک ان میں عشر واجب ہے اور صحیح بھی یہی معلوم ہوتا ہے، کیونکہ جب یہ دانے زمین کی آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں، اور یہ زمیندار ان سے ہر سال لاکھوں روپیہ کماتے ہیں، نیز یہ سال بلکہ اس سے زیادہ عرصہ تک باقی رہ سکتے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں، کہ ان میں غرباء کو ان کے حق سے محروم کر دیا جائے، اور ان کا عشر نہ دیا جائے۔

کپاس اور نرما وغیرہ میں وجوب زکوۃ:

(۷) ہر قسم کی کپاس دیسی اور امریکن نرما وغیرہ میں عشر واجب ہونے کی وہی علت ہے، جو قسم سابق میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ذکر ہوئی ہے، پہلی چار قسم کے زمینی پیداوا سے چونکہ غرباء ومساکین براہ راست بغیر کسی طویل عمل کے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اس لیے ع شر میں وہ جنس ہی دی جائے، جس سے عشر دینا لازم آتا ہے، مثلاً گندم سے گندم اور چینی سے چینی ہی دی جائے، قیمت نہیں دینا چاہیے۔ باقی تین قسم کی پیداوار سے غرباء بغیر طویل عمل ے براہ راست فائدہ اٹھا سکتے ہیں، کپاس سے کپڑا تیار کرنا، اور سرسوں، توریہ وغیرہ سے تیل نکالنا ان کے لیے مشکل ہے، اس لیے ان اجناس میں اگر صاحب مال قیمت ادا کر دے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۱) یہ عشر وصول کرنے والے کی ضرورت پر منحصر ہے، اس کو جس چیز کی ضرورت ہے یا جس میں اس کو آسانی ہے وہ بھی لے سکتا ہے، جیسا کہ ابوداود میں ہے۔

وجوب عشر چار چیزوں میں منحصر نہیں:

ہر قسم کے دانوں میں وجوب عشر کی دلیل یہ حدیث ہے:

((عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خُذِ الْحَبَّ مِنَ الْحَبِّ وَالشَّاۃَ مِنَ الْغَنَمِ وَالْبَعِیْرَ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرَۃَ مِنَ الْبَقَرَۃِ...))

''اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عشر میں غلہ یا بکریاں سے بکری، اونٹوں سے اونٹ اور گایوں میں سے گائے لو۔''

بعض لوگوں نے چار چیزوں گندم، جو، کھجور اور منقی سے عشر دینا بتایا ہے، اور دلیل میں وہ احادیث نقل کی ہیں، جن میں ان ہی چار چیزوں کے نام آتے ہیں، مگر وہ احادیث مرسل، منقطع یا انتہائی کمزور ہونے کی وجہ سے نا قابل اعتبار ہیں۔ ائمہ حدیث نے انہیں قبول نہیں کیا، اس لیے ان لوگوں کا یہ مسلک صحیح نہیں ہے، قرآن وحدیث کے عموم کی، ان ضعیف حدیثوں سے تخصیص نہیں ہوسکتی، اس کے برعکس امام داود ظاہری فرماتے ہیں، کہ زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز سے (جو آمدنی کا ذریعہ ہو) زکوٰۃ واجب ہے، لیکن جس چیز میں ناپ تول جاری ہوتا ہے، اس میں وجوب عشر کے لیے نصاب شرط ہے، جیسا کہ تفصیل گذر چکی ہے، اور جو چیزیں ناپ تول میں نہیں آتیں، ان میں قلیل کثیر میں عشر واجب ہے، غرباء کی ضروریات اور امراء کے تزکیہ نفس ومال کے پیش نظر تو یہ مذہب احوط اور صحیح معلوم ہوتا ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ((وھذا نوع من الجمع)) کہہ کر اس مذہب کی ترجیح پر ایک گونہ اطمینان کا اظہار فرمایا ہے، دور حاضر کے بعض ممتاز علماء نے بھی اسی کو رائج قرار دیا ہے، چنانچہ مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی اپنی تصنیف مرعاۃ المناتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۰ ج ۲ میں فرماتے ہیں:

((وَاَرْجَحُ ھٰذِہِ الْاَقْوَالِ وَاَتْوٰاھَا عِنْدِیْ قَوْلُ دَاوٗدَ الظَّاھِرِیْ))

''میرے نزدیک ان اقوال میں سے داؤد ظاہری کا قول زیادہ قوی اور راجح ہے۔''

گاجر، مولی، آلو اور دیگر سبزیاں:

زمیں سے پیدا ہونے والی جتنی چیزیں اوپر بیان ہوئی ہیں، اگر نصاب سے کم ہیں، تو ان میں عشر

نہیں ہے، جمہور کے نزدیک ہر قسم کی سبزیاں مثلاً گاجر، مولی، آلو، گوبھی، پالک، گھیا اور ٹماٹر وغیرہ نیز مویشیوں کے ہر قسم کے چارہ گوارا، چری، شلغ، برسیم، لوسن وغیرہ میں عشر واجب نہیں ہے، مالک ان چیزوں کو بیچیں، سال کے بعد ان کی قیمت سے جو بچ رہے، ان کی زکوٰۃ دیں، پہلے گذر چکا ہے، کہ کھجور اور انگور کے علاوہ باقی تمام پھلوں کا بھی یہی حکم ہے، امام مالک فرماتے ہیں:

((لَیْسَ فِیْ شَیْءٍ مِنَ الْفَوَاکِہِ کُلِّھَا صَدَقَۃٌ وَلَا فِی الْغَصَبِ وَلَا فِی الْبُقُوْلِ کُلِّھَا صَدَقَۃٌ وَلَا فِیْ اَثْمَانِھَا اِذَا بِیْعَتْ صَدَقَۃٌ حَتّٰی یَحُوْلَ عَلَیْھَا الْحَوْلُ مِنْ یَوْمِ بَیْعِھَا وَیَقْبِضُ صَاحِبُھَا ثَمَنَھَا)) (موطا مالک زرقانی ص ۳۶۹ ج ۲)

''کھجور اور انگور کے علاوہ ہر قسم کے پھلوں میں اسی طرح مویشیوں کے چارہ میں نیز ہر قسم کی سبزیوں میں عشر واجب نہیں ہے، جب مالک ان چیزوں کو بیچ کر قیمت اپنے قبضے میں کرے، تو سال کے بعد اس سے زکوٰۃ ادا کرے۔''

یاد رہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام داؤد ظاہری کے نزدیک تمام سبزیوں ہر قسم کے پھلوں اور مویشیوں کے چارہ میں عشر واجب ہے، تفصیلات کے لیے کتب مذکورہ کی طرف مراجعت فرمائیے۔

مصارف زکوٰۃ

حدیث میں آیا ہے:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَرْضَ بِحُکْمِ نَبِیٍّ وَلَا غَیْرِہٖ فِی الصَّدَقَاتِ حَتّٰی حَکَمَ ھُوَ فِیْھَا فَجَزَّاَھَا ثَمَانِیَۃً)) (تفسیر بن کثیر بحوالہ سنن ابی داود)

''آنحضرت ﷺ نے فرمایا، مال زکوٰۃ میں اللہ تعالیٰ نے نبی یا کسی غیر نبی کے فیصلہ کو پسند نہیں فرمایا، بلکہ اس کے متعلق خود حکم فرمایا۔''

قرآن حکیم میں ہے:

{اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ الْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا وَ الْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ وَ فِی

الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ} (التوبة:٦٠)

''یعنی وہ زکوٰۃ کا مال فقرائ، مساکین، زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملوں، مؤلفین، غلاموں اور قرضداروں، اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں اور مسافروں کے لیے ہے۔''

ان آٹھ قسموں کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

(۱۔۲) فقراء جمع فقیر کی، اور مساکین جمع مسکین کی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کے نزدیک فقیر کی حالت مسکین سے بدتر ہے، کیونکہ مسکین اسے کہتے ہیں، جس کے پاس تھوڑا بہت ہو، اور فقیر جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، امام ابوحنیفہ کا قول اس کے برعکس ہے۔

(۳) زکوٰۃ وصول کرنے والے عامل یہ وہ لوگ ہیں جو خلیفہ اسلام یا کسی ادارہ کی طرف سے زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے مقرر ہوتے ہیں، علامہ ابن العربی مکی فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ میں ان کا حصہ رکھنے سے معلوم ہوا کہ جو شخص فرض کفایہ بجالائے، وہ اس کی مزدوری لے سکتا ہے، جیسے نماز کی امامت ہے، نماز تو سب انسانوں پر فرض ہے، لیکن جماعت کرانا فرض کفایہ ہے، اس لیے جیسے امام جماعت کرانے پر اجرت لے سکتا ہے، اسی طرح زکوٰۃ جمع کرنے والے عامل کے لیے اجرت لینا بھی جائز ہے، امام اپنی صوابدید سے کام کے مطابق زکوٰۃ سے ان کو معاوضہ دے۔

(۴) مؤلفۃ القلوب: اس سے وہ ضعیف الایمان مسلمان مراد ہیں، جن کی اگر دلجوئی اور مالی اعانت نہ کی جائے، تو ان کے السام سے منحرف ہوجانے کا خطرہ ہو، یا ایسے مائل بہ اسلام کافر جو مالی اعانت سے حلقہ بگوش اسلام ہوجائیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آج کل یہ حصہ ساقط ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ آجکل بھی بوقت ضرورت عمل کیا جاسکتا ہے۔

(۵) غلام، آج کل چونکہ غلامی کا رواج نہیں ہے، اس لے اس حصہ کو زکوٰۃ کے دوسرے مصارف کی طرف منتقل کیا جائے گا، ہاں اگر کوئی مسلمان دشمن کے ہاں گرفتار ہوجائے، تو اس سے فدیہ لے کر اسے چھڑایا جاسکتا ہے۔

(۶) غارمین، ان سے مراد وہ مقروض ہیں، جن پر اتنا قرضہ چڑھ گیا ہے، کہ ان میں اس کے

ادا کرنے کی سکت باقی نہیں رہی، مگر یاد رہے، اگر کوئی شخص خلاف شرع کاموں میں مال خرچ کرنے کی وجہ سے مقروض ہوگیا ہے، جیسے جوابازی، شراب نوشی، اور عیاشی وغیرہ تو جب تک توبہ نہ کرے، اس کی زکوٰۃ اور دیگر صدقات سے اعانت کرنی جائز نہیں، اگر مقروض فوت ہوجائے، اور قرض ادا کرنے کے لیے کوئی چیز نہ چھوڑ جائے، تو زکوٰہ کی اس مد سے اس کا قرض ادا کیا جاسکتا ہے۔ غارمین میں سے ہو مقروض مراد ہیں جو قرض میں کسی کا ضامن ہوا اور وہ ضامنی اس کو ادا کرنی پڑ جائے۔

(۷) فی سبیل اللہ، اس سے وہ لوگ مراد ہیں، جو محاذ جنگ میں دشمنان اسلام سے نبرد آزما ہوتے ہیں، یہ لوگ غنی بھی ہوں، تب بھی ان کو مال زکوٰۃ دینا جائز ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، غریب غازی کو مال زکوٰۃ دیا جائے گا، غنی کو دینا جائز نہیں، مگر یہ مسلک قرآن کے اطلاق اور آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کے خلاف ہے:

((لا تحل الصدقة الغنى الا لخبسة لغازى فى سبيل اللّٰه الحديث)) (مشكوة)

''پانچ قسم کے اغنیاء کے علاوہ کسی غنی کے لیے مال زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، ان میں سے ایک غنی غازی فی سبیل اللہ ہے۔''

سامان حرب وضرب خریدنے کے لیے قومی دفاعی فنڈ میں زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے، محمد بن عبد الحکم فرماتے ہیں، آلات حرب، گھوڑے، اور ہتھیار خریدنے اور دشمن کو اپنے ملک سے دفع کرنے کے لیے زکوٰۃ کا مال خرچ کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہے، دیکھئے نبی ﷺ نے سہل بن ابی حثمہ کے قتل کے سلسلہ میں فتنہ وفساد اور لڑائی کا شعلہ سرد کرنے کے لیے زکوٰۃ کے ۱۰۰ اونٹ خرچ کردیئے تھے۔

فی سبیل اللہ کے حکم میں حج اور عمرہ بھی داخل ہیں۔

((وعن ابن لاس الخزاعى قال حملنا النبى ﷺ عل ابل الصدقة الى الحج

والعمرة)) (مسند احمد)

''ابن لائس خزاعی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں سفر حج میں سواری کے لیے زکوٰۃ کے اونٹ دیئے۔''

(۸) ابن السبیل، اس سے وہ مسافر مراد ہے، جو اگر چہ اپنے وطن امیر ہیں، مگر سفر میں اس کے پاس خرچ ختم ہو گیا ہے، اور اس کے لیے گھر پہنچنا مشکل ہو گیا ہے، ایسے مسافر پر زکوٰۃ کا خرچ کرنا جائز ہے، اور جو دونوں جگہ محتاج ہیں، وہ بطریق اولیٰ مستحق ہیں۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ زکوۃ کے مسائل کو قدرے تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔۔اللہ قبول فرمائے آمین

فلسفۂ عیدالفطر اور لیلۃ الجائزہ

''عیدالفطر'' کا لفظ دو لفظوں ''عید'' اور ''الفطر'' سے مرکب ہے۔ عید کا معنی ہے لوٹنا، پلٹنا، واپس ہونا، پھر آنا چونکہ یہ دن ہر سال آتا ہے اور اس کے لوٹ آنے سے اس کی فرحت و مسرت اور برکت وسعادت کی گھڑیاں بھی اس کے ساتھ لوٹ آتی ہیں، اس لیے اس روز سعید کو عید کہتے ہیں اور فطر کے معنی کس کام کو از سر نو یا پہلی بار کرنے کے ہیں۔

رات بھر کی نیند اور سکون و آرام کے بعد انسان صبح کو اٹھ کر جس مختصر خوراک سے اپنے دن کا آغاز کرتا ہے اسے فطور کہتے ہیں۔ اسی طرح ماہ صیام میں سحری سے غروب آفتاب تک بن کھائے پیے رہنے کے بعد روزہ پورا کر کے روزہ دار کی بھوک مٹانے اور پیاس بجھانے کو ''افطار'' کہا جاتا ہے۔ مہینے بھر کے روزے رکھنے کے بعد یکم شوال المکرم کو مسلمان حسب حیثیت عمدہ و لذیذ کھانے اور میٹھے پکوان پکاتے ہیں اور اپنے ان مسلمان بھائیوں کو بھی صدقۃ الفطر ادا کر کے اچھے کھانے پکانے کے قابل بناتے اور اپنی خوشیوں میں شریک کرتے ہیں جو اپنی ناداری و افلاس کے باعث اچھے کھانے پکانے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ تیس روزوں کے بعد حسب معمول کھانے پینے کا از سر نو آغاز کرنے اور صدقۃ الفطر کی ادائیگی کی بنا پر اس عید کو ''عیدالفطر'' کہتے ہیں۔

یہ تہوار اسلام کے مزاج اور مسلمانوں کی تہذیبی اقدار کی عکاسی کرتا ہے اس تہوار سے مسلمانوں کی اللہ سے وابستگی اور عبادت الٰہی سے دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے۔ عاقل و بالغ اور تندرست مسلمان مہینہ بھر دن کو روزہ رکھتے اور رات کو تراویح میں قرآن پاک سنتے ہیں۔ مسلمان ماہ رمضان میں تلاوت قرآن حکیم کا بالخصوص اہتمام کرتے ہیں۔

یوں ماہِ رمضان کے انتیس یا تیس دن گزرنے کے بعد اپنی عبادت و ریاضت اور ماہِ مبارک کی برکت وسعادت حاصل کرنے کی خوشی میں عید مناتے ہیں۔ عید کے دن علی الصبح اٹھ کر غسل کرتے ہیں، چند کھجوریں یا کوئی میٹھی چیز کھا کر بلند آواز سے تکبیریں پڑھتے ہوئے ''اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد'' کہتے ہوئے بوڑھے، بچے، جوان سب عید گاہ کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں۔ شہر ہوں یا دیہات ہر جگہ مسلمان مرد و زن اور چھوٹے بڑے صاف ستھرے اور پاکیزہ کپڑے پہنے، آنکھیں بشاشت سے روشن اور پیشانیاں عید کی مسرت سے منور لیے نظر آتے ہیں۔ فضائیں تحمید و تقدیس اور تکبیر و تہلیل کی روح پرور صداؤں سے گونجتی سنائی دیتی ہیں۔

یوم عید کے اکثر اعمال مسنونہ سے اس عقیدے کا اظہار ہوتا ہے کہ عظمتوں کے تمام پہلو اور کبریائی کی تمام صورتیں صرف خداوند ذوالجلال کی ذات بابرکات کے شایانِ شان ہیں، کبریائی اسی کی ذات کی زیبائی اور عظمت و جبروت اس کی قدرت کی جلوہ نمائی ہیں۔ تمام بندگانِ الٰہی وہ حاکم ہوں یا محکوم، خادم ہوں یا مخدوم، امیر ہوں یا غریب، قوی ہوں یا ضعیف، سب کے سب اس کے عاجز بندے اور فانی مخلوق ہیں۔ وہ سب کا حاکم علی الاطلاق اور رازق، داتا ہے، وہی اوّل و آخر، وہی حیی و قیوم اور وہی ازلی اور ابدی ہے اور عظمت و کبریائی کے تمام مظاہرے صرف اور صرف اس کا ذاتی حق ہیں۔

عیدالفطر کے روز عید گاہ جاتے ہوئے سب کا بلند آواز سے تکبیریں کہتے ہوئے جانا، صلوۃ العیدین میں زائد تکبیریں پڑھنا اور پھر خطبۂ عید میں متعدد بار ان تکبیروں کا دہرایا جانا محض

اس لیے ہوتا ہے کہ توحید الٰہی اور مساوات اسلامی کا تصور مسلمانوں کے دلوں میں رچ بس جائے اور ذہن کے نہاں خانوں میں اتر کر ان کے عقیدہ وعمل کا جز ولاینفک بن جائے۔

جب بندہ تیس دن تک لگاتار روزے رکھتا ہے، روزے کے سارے عملی تقاضے پورے کرتا ہے اور اللہ کی اطاعت وفرماں برداری میں اپنی خواہشات کی چادر سمیٹ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ تیس دن کے بعد اسے اپنی اس اطاعت شعاری کا ظاہری بدلہ ''عیدالفطر'' کی شکل میں عنایت فرماتے ہیں۔ اس دن جب اسے مزدوری ملتی ہے تو پوری دنیا کے مسلمان خوشیاں مناتے ہیں، ایک دوسرے کی خوشیوں میں شریک ہوتے ہیں، کم از کم اس دن تو اپنی ساری پریشانیاں اور غم وآلام بھول ہی جاتے ہیں گویا یہ رمضان بھر کی ہماری محنتوں کی ظاہری مزدوری ہے یہ ہماری اخروی مزدوری کی ہلکی سی جھلک اور ادنیٰ سا مظہر ہے کہ جس کا اللہ عزوجل نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔ ذرا سوچیں کہ جب عیدالفطر کے دن ہماری خوشیوں کی یہ کیفیت ہوجاتی ہے تو اس وقت ہماری مسرتیں اور مراتب کس بلندی پر ہوں گے جب ہمیں اس کا حقیقی بدل، حقیقی جزا اور حقیقی مزدوری دی جائے گی۔

اللہ عزوجل نے بندوں کو مزدوری دینے میں قطعی دیر نہیں لگائی ادھر ان کی ایک مہینے کی تربیت کے مراحل ختم ہوئے، ڈیوٹی پوری ہوئی اور اِدھر عیدالفطر کا انعام یا یوں کہیے کہ مزدوری۔ عیدالفطر کو رمضان المبارک کے اختتام کے فوراً بعد رکھنے میں غالباً یہی حکمت کارفرما ہے کہ بندوں کو بدلہ دینے میں بالکل بھی دیر نہ کی جائے۔ یہ تو اس کی ظاہری جزا یا مزدوری ہے مگر خدا کے یہاں اس کی جو جزا ہے وہ ہمارے ذہن وفکر سے ماوراء ہے نہ ہم اسے قلم بند کرسکتے ہیں اور نہ ہی ہماری سوچیں اس کا ادراک کرسکتی ہیں۔

یہ بھی یاد رکھنے کی چیز ہے کہ عید سعید کی بے شمار مصالح اور مقاصد ہیں۔ اس عید پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر خاص طور پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ اپنی خوشیوں میں غریبوں کو بالضرور شریک کریں، روٹھے ہوؤں کو منائیں، کم درجہ لوگوں کو گلے لگائیں، بچوں سے پیار

کریں، بڑوں سے تعظیم واکرام سے پیش آئیں اور خاص طور پر افلاس کے ماروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر گلے لگائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس دن صاحب نصاب مسلمانوں کو کچھ متعین ''فطرہ'' ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اتنی سختی سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ روزہ زمین وآسمان کے درمیان معلق رہتا ہے جب تک کہ صدقۂ فطر ادا نہ کیا جائے۔ اس سے جہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ صدقۂ فطر کی کتنی اہمیت ہے وہاں اس بات کی بھی تعلیم دینا مقصود ہے کہ غربت وافلاس کے ماروں کو گلے لگائے بغیر نہ آپ کی مسرتوں کی کوئی حیثیت ہے اور نہ آپ کے روزوں کی۔ اللہ تعالیٰ ان کے بغیر نہ آپ کی مسرت کو مسرت سمجھتا ہے اور نہ آپ کی عبادتوں کو عبادت۔

ہماری خوشیاں اور مسرتیں اللہ عزوجل کے نزدیک اسی وقت مقبول ہوں گی جب ہم غریبوں کو گلے لگائیں گے اور ہمیں ہماری مزدوری کا حقیقی مزہ اسی وقت ملے گا جب ہم اپنی اپنی استطاعت کے مطابق غریبوں پر خیرات وصدقات وعطیات کر کے ان کو بھی خوش کریں گے اور اپنے مولیٰ کو بھی راضی کریں گے۔ یہ سب کچھ ہمیں اس عید کے نام سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

چاندرات خصوصاً عیدالفطر کی رات کو احادیث شریفہ میں لیلۃ الجائزہ کہا گیا ہے یعنی انعام حاصل کرنے کی رات۔ ان راتوں میں شب بیداری کے لیے کوئی خاص طریقہ اور کوئی خاص عبادت مقرر نہیں ہے، اپنے طبعی نشاط کے ساتھ جس طرح بھی عبادت کرسکیں کریں البتہ عشاء اور فجر کی نماز ضرور (مرد حضرات) جماعت کے ساتھ ادا کریں۔ کیونکہ ایک حدیث کے بموجب جس نے عشاء اور فجر باجماعت ادا کی گویا اس نے ساری رات عبادت کی۔ عیدین کی راتوں میں شب بیداری کا حکم متعدد احادیث میں آیا ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے دونوں عیدوں (عیدالفطر، عیدالاضحیٰ) کی راتوں میں ثواب کی نیت سے عبادت کی اس کا دل اس دن نہیں مرے گا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوجائیں گے۔

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے پانچ

راتیں زندہ رکھیں اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔

(۱) آٹھویں ذی الحجہ کی شب۔(۲) نوویں ذی الحجہ کی شب۔(۳) عیدالاضحیٰ کی رات۔(۴) عیدالفطر کی رات۔(۵) پندرھویں شعبان کی رات۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں کی جانے والی دعا رد نہیں ہوتی۔

(۱) شب جمعہ۔(۲) رجب کی پہلی رات۔(۳) شعبان کی پندرہویں شب۔(۴) عیدالفطر کی رات۔(۵) عیدالاضحیٰ کی رات۔

عیدین کی راتوں کی ان فضیلتوں کے پیش نظر چاہیے تو یہ تھا کہ ان میں شب بیداری اور عبادت گزاری کی جاتی، ان میں دین و دنیا کی فلاح و کامیابی کی دعائیں کی جاتیں، مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ لوگ ان شبوں کی انتہائی ناقدری کرتے ہوئے انہیں مختلف قسم کے لغو و لایعنی کاموں میں گزار دیتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اس رات کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس ''عید'' کو ہمارے لیے اور امت مسلمہ کے لیے حقیقی ''عید'' بنا دیں۔آمین

خلیفۂ اسلام کے بچوں کی عید

اسلامی تاریخ میں خلفائے راشدین کے بعد خلیفۂ اسلام حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے عہد کو بہترین اور مثالی عہد قرار دیا جا سکتا ہے۔حضرت عمر ابن عبدالعزیز کا شخصی کردار حضور اکرم ﷺ کے سچے جانشینوں یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے کردار سے اس درجہ مشابہ تھا کہ مورخین نے آپ کو عمر ثانی کے خطاب سے یاد کیا بعض مورخین نے تو انہیں ان کی ذاتی خوبیوں، پاکیزہ اعمال اور اسلام کی پر جوش تبلیغ و اشاعت کی وجہ سے آپ کو خلفائے راشدین میں شمار کیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اسلامی تاریخ کے اس مرد باصفا نے نہ صرف اپنی زندگی پیغمبر اسلام اور ان کے چاروں خلفاء کی

زندگی کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی تھی بلکہ اپنی مملکت کا سارا نظم و نسق اور طرز معاشرت اسلامی اصولوں کی بنیاد پر ہی قائم کیا تھا۔

آپ کے عہد زریں میں عیدالفطر آئی عوام نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق بہترین اور گرانقدر عمدہ عمدہ لباس تیار کرائے اور پہنے، امیر و غریب سبھوں نے شان و شوکت دکھائی یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے صاحبزادے مچل گئے اور دوڑے ہوئے اپنی والدہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے۔اماں جان! کل عید ہے سب نے اپنے اپنے بچوں کے لئے نئے نئے کپڑے تیار کرائے ہیں۔لیکن ہمارے پاس ایک بھی ایسا جوڑا نہیں ہے جس میں پیوند نہ لگا ہو۔برائے مہربانی ہمارے لئے بھی نئے جوڑے کا انتظام کیجیے۔ماں نے رات بھر اپنے بچوں کو سمجھایا مگر بچوں نے ایک نہ سنی اور مسلسل نئے کپڑوں کی ضد کرتے رہے۔یہ دیکھ کر خلیفہ اسلام کی شریک حیات حضرت فاطمہ امیر المومنین کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں۔اس وقت حضرت عمر ابن عبد العزیز یاد الٰہی میں اس قدر مستغرق تھے کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی۔حضرت فاطمہ ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔اے امیر المومنین آج عید کا دن ہے لوگ خوشیاں منا رہے ہیں لیکن آپ ہیں کہ اس وقت بھی گریہ و زاری میں مصروف ہیں۔حضرت عمر ابن عبد العزیز نے فرمایا: رمضان شریف کا سارا مہینہ گزر گیا۔کیا برکتوں والا مہینہ تھا۔اپنی اصلاح اور دوسرے اچھے کاموں اور پرہیزگاری کا کیسا سنہرا موقع ملا تھا۔لیکن مجھے یقین نہیں آتا کہ ہم نے اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی خامیوں کی اصلاح کی ہے۔کیا ہم نے اس ماہ مبارک میں اتنی نیکیاں حاصل کر لیں ہیں کہ جن کی بدولت ہم قیامت کے دن اللہ حضور جواب سے بچ جائیں؟ میرا خیال ہے کی ہم نے سارا مہینہ یوں ہی گنوا دیا یہ کہتے ہی آپ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔جب ہوش آیا تو آپ نے حضرت فاطمہ سے آنے کی وجہ دریافت کی؟ فاطمہ بولیں: بچوں نے مجھے رات بھر سونے نہیں دیا ساری رات عید کے لئے نئے کپڑوں کی ضد کرتے رہے۔اس ضد کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہم امیر المومنین کے بچے ہو کر

اس طرح کے لباس میں عید کے دن رہے جب کے آج غریب سے غریب گھر میں بھی بچوں نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق نیا نیا لباس زیب تن کیا ہے۔حضرت عمر نے ارشاد فرمایا: تم بھی کمال کرتی ہو نئے کپڑوں کے لئے روپیہ کہاں سے لاؤں جیسا کہ تمہیں معلوم ہے کہ سرکاری خزانے ست دو درہم (یعنی چالیس پیسے)روزآنہ لیتا ہوں جو ہماری روزمرہ کی ضروریات کے لئے ناکافی ہوتا ہے بھر نئے کپڑے کس طرح اور کہاں سے تیار کرا سکتا ہوں ؟ فاطمہ نے پھر عرض کیا: آخر آپ امیر المومنین ہیں سارا سرکاری خزانہ آپ کے ہاتھ میں ہے آپ اس میں سے جتنا چاہیں لے سکتے ہیں ۔حضرت عمر نے جواب دیا: خزانے میں جو کچھ موجود ہے ہو میرا نہیں ہے ۔بلکہ تمام مسلمانوں کا ہے اور میں اس کا امین ہوں ۔میں مسلمانوں کی اجازت کت بغیر اس میں سے کچھ لے نہیں سکتا۔کیا تم یہ گوارہ کروگی کہ مجھ پر خیانت کا الزام لگایا جائے اور قیامت کے دن عذاب خدا کا مستحق قرار دیا جاؤں ۔یہ سن کر حضرت فاطمہ بہت متاثر ہوئیں ۔پھر حضرت عمر کی خدمت میں ایک تجویز پیش کی اور عرض کی اور کہا کہ آپ اپنی ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی حاصل کرلیں اس میں ہم کپڑے بنالیں گے۔حضرت عمر نے کہا: کیا تمہیں یقین ہے کہ میں اگلے ماہ تک زندہ رہوں گا۔زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں جبکہ موت کبھی بھی آسکتی ہے میں کس بنیاد پر اپنی تنخواہ لے سکتا ہوں ۔بچوں کو سمجھادو کہ اس چندروزہ زندگی کے عیش وعشرت کے لئے دیوانے نہ بنو انھیں بتادو کہ ہمیشہ رہنے والی زندگی کی فکر کریں ۔حضرت عمر کے یہ ارشادات سن کر حضرت فاطمہ واپس آئیں اوراس عظیم الشان خلیفہ اسلام کے بچوں نے اپنے پیوند لگے ہوئے کپڑوں ہی میں خوشی خوشی عید منائی“ ۔

عیدالفطراورعصرحاضر

آج عیدالفطر ہے۔۔۔خوشیوں کا تہوار ہے۔۔۔شکرانے کا دن ہے۔۔۔مسلمانوں کا سب سے بڑا مذہبی روحانی تہوار ہے۔۔آج ساری دنیا کے مسلمان رمضان کی مخصوص عبادتوں سے فارغ ہوئے ہیں تقوی کی صفت اور قرآن مقدس کی عظیم نعمتوں سے سرفراز ہو کر اس نعمت

عظمی کی شکر گزاری میں دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی جاتی ہے۔۔۔ایک ہی صف میں ہر رنگ و نسل ،زبان اور علاقہ کے مسلمان شانہ باشانہ کھڑے ہو کر اخوت و مساوات کا نظارہ پیش کرتے ہیں یہاں امیر وغریب، حاکم ومحکوم اور اعلی وادنی کی کوئی تفریق نہیں ہے۔۔۔آج دربار الہی میں سب کے سب ایک ہوئے ہیں ۔۔سب اللہ کے بندے ہیں دوگانہ ادا کرنے کے بعد آپس میں گلے ملتے ہیں گلہ شکوہ اور کینہ وحسد،آپسی کدورت کو دور کرتے ہیں ۔۔۔اپنی لئے اور عالم اسلام کے لئے امن وسلامتی ،خوشحالی اور بھلائی کے لئے اللہ کے حضور دعا مانگتے ہیں ۔۔یہ ہے۔یہ ہے مختصرا عید کا اصلی منظر نامہ،

۲ ہجری میں پہلی مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے مدینہ شریف میں عید بڑی شان وشوکت اور بڑے اچھے طرز سے منائی تھی ۔۔مدینۃ المنورہ میں گنبد خضری کے مکیں ،رحمت عالم ﷺ نے بذات خود چاند دیکھا اور صحابہ کرام کو حکم دیا کہ یکم شوال المکرم کو عید منائیں ۔۔اور صدقہ فطر ادا کریں ۔۔آپ نے نماز عید الفطر کی امامت فرمائی اور مسلمانوں نے بڑے شاندار انداز میں نماز عید ادا کی ۔۔اور حدیث مبارکہ بھی ہے چاند دیکھ کر روزہ رکھنا،عید کرنا،اور چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے پورے کرنا، کے تعلق سے قارئین حضرات نظر نشین کر لیں ۔۔۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنھما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان پاک کا تذکرہ کیا پھر فرمایا چاند دیکھے بنا روزہ مت رکھو نہ چاند دیکھے بنا عید کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو (روزوں کی)مدت پوری کرو۔(مسلم شریف،کتاب الصیام ،باب ۳۱۰،حدیث ۲۳۹۴)۔

ذرا غور کریں کہ یہ دن کتنا مبارک ومحترم ہے کہ اللہ تعالی اس دن اپنے بندوں کی دعائیں قبول کرتا ہے ۔اسی لئے تو مسلمان اس دن خوشی مناتا ہے ۔عید کا دن اعلان مسرت کا دن ہے ۔فرحت وشادمانی کا دن ہے ۔سرور وانبساط کے اظہار واشتہار کا دن ہے ۔عید الفطر مسلمانان عالم کی زندگی کا جزو لاینفک ہے ۔آج ان کے لئے بھی دعا ضرور کریں جو اپنے وطن کے اپنی

جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں۔آج کے دن مسلمان خوشیاں منائیں لیکن عصر حاضر کے جمیع مسلمانوں۔مسلم ممالک و مسلم حکمرانوں کا بھی جائزہ لیں۔آج جب ہم بین الاقوامہ سطح پر ملت اسلامیہ کا جائزہ لیتے ہیں تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ آج اسلام اور اہل اسلام کے خلاف یہود ونصاری اور ان کے حلیفوں کی سازشیں پورے شباب پر ہیں اور اس میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔عراق کی موجودہ صورتِ حال شیعہ سنی کی شکل میں ظاہر ہے۔افغانستان ایک نہ حل ہونے والا مسئلہ بن چکا ہے۔پاکستان طالبانوں کا تختہ مشق بن گیا ہے۔مسجد اقصیٰ و بیت المقدس اور سرزمین دمشق و فلسطین ملتِ اسلامیہ کا رستا ہوا خون بن چکی ہے۔یہ تمام حالات ایک سوچی سمجھی اور منصوبہ بند سازش سے وجود میں لایا گیا ہے جس کے پیچھے یہود و نصاریٰ کا ابلیسی ذہن کارفرما ہے۔سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ سے صلیبی جنگوں میں بری طرح شکست کھانے کے بعد،صلیبیوں صیہونیوں،عیسائیوں،یہودیوں،نصرانیوں نے اس کا بدلہ اس انداز میں لینا شروع کیا۔اور ان سازشیوں میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے ہر ذی فہم اور با ہوش فرد عالم اسلام کی اس واضح ،دردناک اور کربناک لمحہ لمحہ بدلتی صورتِ حال سے باخبر ہے۔

آج دنیا کی تمام تر غیر مسلم طاقتیں اختلافِ فکر ونظر کے باوجود کندھوں سے کندھا ملا کر آگے بڑھتی جا رہی ہے اور ہم ایک خدا،ایک رسول ﷺ اور ایک کتاب کے حامل ہونے کے باوجود آپس میں دست و گریباں ہیں کندھا تو ملانا درکنار ہاتھ ملانا بھی ہمیں گوارا نہیں۔عید الفطر اپنے اندر اتحاد و یکجہتی اور اخوت ومحبت کا عظیم نشان لے کر آتی ہے اور عالم اسلام سمیت پوری دنیا کے مسلمانوں کو آواز دیتی ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر" واعتصموا بحبل اللہ جمیعا" کی عملی تفسیر اور اتحاد و اتفاق کی جیتی جاگتی تصویر بن جاؤ۔طوفان بن کر اٹھو اور بساط عالم پر چھا جاؤ۔آؤ دیکھو یہودیوں کی ناپاک سازش کی کچھ جھلکیاں۔

اسلام دین رحمت ہے۔معا دنیا کے تمام مذاہب کے لئے بھی رحمت ورافت کا دین ہے۔یہودیوں کے لئے بھی اسلام اپنے دامن میں محبت ورافت کے پھول لے کر آیا تھا اس کی

نظر میں یہودیوں کا دین تحریفات کے باوجود مشرکین کی اوہام پرستی اور بت پرستی کے مقابلے میں کہیں بہتر تھا۔اسلام نے یہودیوں کی مذہبی کتابوں کے منزل من اللہ ہونے کا اقرار کیا تھا۔اسلام نے یہودیوں کی مقدس ہستیوں کے تقدس کی گواہی دی تھی۔بنی اسرائیل میں جو عظیم الشان انبیا ورسل مبعوث ہوئے تھے اسلام ان کی عصمت کا نگہبان بن کر جلوہ گر ہوا تھا۔ان مقدس ہستیوں پر جو کتابیں نازل ہوئیں تھیں اسلام نے اپنے پیروکاروں کو ان پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے۔لیکن اسلام کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ یہودیوں کی ہر فکری بے راہ روی کو صحیح تسلیم کر کے اس کے جواز کا فتویٰ صادر کرتا۔اسلام تو ظلم کی تاریکی کو ختم کر کے عدل وانصاف کی شمع فروزاں کرنے کے لیے آیا تھا۔وہ اونچ نیچ کو ختم کر کہ انسانی مساوات کو قائم کرنے کے لیے تشریف لایا تھا،اس لیے اسلام نے جہاں صحف بنی اسرائیل کے سماوی الاصل ہونے کا اقرار کیا ہے وہیں یہ بھی اعلان کیا کہ یہود و نصاریٰ نے ان صحف سماوی میں بے پناہ لفظی ومعنوی تحریفات کر رکھی ہیں۔اس نے اعلان کیا کہ خدا صرف یہودیوں اور نصرانیوں کا نہیں بلکہ ساری مخلوق کا خدا ہے۔اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔شراب کی ممانعت کا حکم صادر کیا ہے۔ناجائز طرق سے طلب رزق کی تمام صورتوں کو ختم کر دیا ہے۔جو لوگ غلط نظریات کے بل بوتے ہر خدائی اختیارات کے مالک بنے بیٹھے تھے ان کو ان کے اختیارات سے محروم کیا۔یہودی عوام کو اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ تمہارے مذہبی راہنما تمہاری ملت کے کارواں کو ہدایت کے جادۂ مستقیم پر لے کر نہیں چل سکتے بلکہ وہ تمہیں اس راستے پر لے کر چل رہے ہیں جس کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں ہے۔اسلام نے یہودیوں کو دعوت دی کہ وہ اس گمراہی کو چھوڑ کر حق کی روشنی کو اپنا راہنما بنائیں اور اس دین کے دامن میں پناہ لیں جو ان کی کتابوں کی بھی تصدیق کرتا ہے اور ان کے انبیا ورسل کی بھی۔جو دنیوی خوش حالی کی بھی ضمانت دیتا ہے اور اخروی سعادت کی بھی۔یہ پیغام محبت یہودیوں کو اپنے باطل مزعومات کا دشمن نظر آیا۔سود کی حرمت اور شراب کی ممانعت کی شکل میں اسلام انہیں اپنے معاشی مفادات کا قاتل نظر آیا۔اسلام کی عادلانہ تعلیمات علمائے

یہود کو اپنے جھوٹے اقتدار کے لیے خطرہ نظر آئیں۔ یہودی نبوت کو صرف بنو اسرائیل کی میراث سمجھتے تھے اور حضور ﷺ کو بنو اسماعیل میں سے تھے ان کی نبوت کو تسلیم کرنا ان کے قدیم مزعومات باطل قرار دینے کے مترادف تھا۔ بات یہاں پر ختم نہیں ہوئی بلکہ مشرکین عرب جو یہودیوں کی تجارت اور سودی کاروبار کے لیے منڈی کی حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے دھڑا دھڑ اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ وہ لوگ طویل مدت تک یہودیوں کے ساتھ رہے تھے۔ وہ یہودیوں کے علمی اور تہذیبی مقام سے متاثر بھی تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے یہودیت کو بطور دین قبول نہیں کیا تھا جب کہ آفتاب اسلام کے طلوع ہوتے ہی اس کی روشنی کو بطور تحفہ قبول کر لیا۔ اب ان کی نظر میں پسندیدہ ترین مذہب یہودیت نہیں اسلام تھا۔ ان پر یہودیوں کا علمی رعب ختم ہو چکا تھا۔

اگر یہودی سود کی معاشرتی اور معاشی تباہ کاریوں کا صحیح اندازہ لگا سکتے تو سود کی ممانعت کے اسلامی حکم کو اپنے مفادات کے خلاف تصور نہ کرتے۔ اگر وہ شراب کے انسانی زندگی پر منفی اثرات کا ادراک سکتے تو شراب کی حرمت کا قانون متعارف کرانے پر اسلام کو مطعون نہ کرتے۔ اگر معاشی اور معاشرتی ناہمواریوں کے قوموں کی زندگی پر مرتب ہونے والے تباہ کن اثرات کو وہ سمجھ سکتے تو اسلام کی مساوات انسانی کی حیات بخش تعلیم کو اپنے لیے مضر نہ سمجھتے۔ لیکن بدقسمتی سے انہوں نے اسلام کی ان خوبیوں کو خامیاں سمجھا اور اسلام کا ہر سطح پر مقابلہ کرنے کا تہیہ کر لیا۔

ڈاکٹر عابد اللہ غازی نے اپنے ایک مقالے میں اس طرح رقم طراز ہیں ''۶ اکتوبر ۲۰۰۲ء کے روز عیسائی پادری ''جیری فال ویل'' نے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک انتہا پسند کہا تو اس سے نہ صرف تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی بلکہ عیسائیت اور مغرب کے خلاف نفرت کو بھی فروغ ملا۔ اگر پادری جیری کا مقصد صرف یہی تھا کہ وہ اپنے مقصد میں اسی طرح کامیاب رہا جس طرح ماضی میں اس کے ہم خیال ''رابرٹسن، گراہم، پائپ

اور ایمرسن'' وغیرہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کا یہ طوفان کئی سوس سے مل کر بنا ہے۔ اس میں انتہا پسند عیسائی، ہندوتو وادی ہندو اور صہیونیت نواز یہودی شامل ہیں جو اسلام کو اپنا متحدہ دشمن تصور کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مسلمانوں پر پر ظلم روا ہے اور ان کے لئے ہر گالی مناسب ہے۔

آج عیسائی انتہا پسندوں نے صہیونی تنظیموں کے ساتھ اس وقت جو سانٹھ گانٹھ کر رکھی ہے اس کے پس پشت بائبل کی وہ پیشن گوئی ہے جس کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے، اس عیسائی کی طرح مسلمان بھی اس میں یقین رکھتے ہیں۔ لیکن عام عیسائیوں کے برخلاف انتہا پسند عیسائی طاقت صہیونی طاقتوں یا اسرائیل کی حمایت اس لیے کر رہی ہے کہ بائبل کی یہ پیشن گوئی جلد از جلد پوری ہو جائے۔ اس تعجیل میں فلسطینیوں (جن میں مسلمان اور عیسائی دونوں شامل ہیں) پر جو مظالم ہو رہے ہیں انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں وہ تو جلد از جلد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے خواہش مند ہیں، جس کے لیے یہودیوں کا اسرائیل میں جمع ہونا ضروری ہے۔ بنیاد پرست عیسائیوں کی اس خواہش نے فی الوقت انہیں صہیونی یہودیوں کا دوست بنا دیا ہے۔ لیکن یہودی یہ بات بھول جاتے ہیں کہ عیسائی عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے بعد یہودیوں اور عیسائیوں میں حق و باطل کی آخری معرکہ آرائی (Armageddon) ہوگی، اس میں ایک بار پھر یہودیوں کا قتل عام ہوگا اور دو تہائی یہودی مارے جائیں گے اور باقی جبراً عیسائی بنا لیے جائیں گے۔ بائبل کی اس پیشن گوئی کے مطابق اس کے بعد ہی عیسائیت کا سورج اپنے نصف النہار تک پہنچے گا۔ انتہا پسند عیسائی اس وقت یہودیوں کی مدد کرنے پر مجبور ہے، کیونکہ بائبل کی پیشن گوئی پوری ہونے کے لیے یہودیوں کا اسرائیل میں اجتماع ضروری ہے۔ جس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ہوگی۔ تمام قوانین کالعدم ہو جائیں گے اور یہودیوں کا قتل عام ہوگا، گویا بھیڑوں کو ہانک کے قربان گاہ پر لایا جا رہا ہے۔ یہ بات عجیب ہی نہیں مضحکہ خیز بھی ہے کہ اتنے مخالف اور معاندانہ نظریات کے

باجود انتہا پسند اسی عیسائی اور صہیونی یہودی مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گئے۔اسی صدی میں جرمنی
میں ۶۰ لاکھ یہودیوں کا قتل عام ہوا۔جس کے بعد یہودیوں کی نسل ختم ہو جاتی اگر مسلمان ممالک
نے اپنی رواداری اور غیر جانب دارانہ پالیسیوں کی وجہ سے انہیں بچایا نہ ہوتا۔البتہ یہ بات مخفی
نہیں کہ یہودیوں کی اس نسل کشی میں انتہا پسند عیسائیوں کا مخصوص جذبہ کام کر رہا تھا جس میں
بد قسمتی سے آج بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی۔انتہا پسند عیسائی یہودیوں کے اس دوسرے قتل عام کا
انتظار کر رہے ہیں بلکہ صحیح تر بات یہ ہے کہ وہ اس اس قدر بے تاب ہیں کہ شاید حضرت مسیح کی آمد کا
بھی انتظار نہ کرے اور خود ہی اس کام کو انجام دینے کے لئے کمر بستہ ہو جائیں۔

یہودیوں نے ممالک اسلامیہ میں مختلف ناموں کی تنظیموں کے تحت جتنی کاروائیاں
کیں ان کے مقاصد ایک ہی تھے لیکن چونکہ انہوں نے مختلف بھیس بدلے ہوئے تھے اس لئے
عموماً لوگ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اہل مغرب کی مختلف تنظیمیں مختلف مقاصد کے تحت سرگرم عمل رہی
ہیں۔لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی علم کا پیاسا تھا جو علم کی پیاس بجھانے کے لئے مشرق کے کونے کونے
میں پھرتا رہا،کوئی تاجر تھا جو اپنی تجارتی سرگرمیوں کو وسعت دینے کے لئے نئے امکانات کی
تلاش میں تھا۔کچھ لوگ وہ تھے مذہب کا جھنڈا اکناف عالم میں لہرانا چاہتے تھے اور اس جذبے
کے تحت مشرق خصوصاً ممالک اسلامیہ میں سرگرم عمل تھے۔کچھ لوگ وہ تھے جو ممالک اسلامیہ کو
اپنے سیاسی تسلط میں لانے کے لئے تدبیریں سوچ رہے تھے یہ سب لوگ اپنے اپنے میدان میں
سرگرم عمل تھے اور ان کا کوئی باہمی تعلق نہ تھا۔

لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے ان مختلف مقاصد کے حامل لوگ مشرق میں بالکل یک جان
تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ انفرادی طور پر ان میں سے کوئی تنظیم بھی تنہا اپنے مقاصد حاصل نہ کر سکتی
تھی سیاستدانوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنے قدم ان ممالک میں جمانے سے پہلے ایسا بھیس
بدلیں جو مقامی لوگوں کے دلوں میں نہ کھٹکے۔علمی کام کرنے والوں اور تبلیغی فریضہ انجام دینے
والوں کے لئے ضروری تھا کہ انہیں ایسے لوگوں کا تعاون حاصل ہو جو ان کی مالی معاونت بھی کریں

اور انہیں تحفظ بھی فراہم کرے۔اجنبی علاقوں میں اپنی تجارت کو وسعت دینے والے بھی دوسروں
سے بے نیاز نہیں ہو سکتے تھے۔اس لئے وہ سب یک جان ہو گئے۔

جو لوگ یہودیت کا جھنڈا ساری دنیا پر لہرانا چاہتے تھے انہیں اس صورت حال سے
بہت فائدہ پہنچا۔مغربی حکومتوں نے بھی ان کے ساتھ دل کھول کر ساتھ دیا اور سرمایہ داروں
نے بھی دل کھول کر تعاون کیا۔یہودیوں نے مغربی ممالک میں جو بے شمار
اسکول،ہسپتال،ڈسپنسریاں اور خیراتی ادارے قائم کئے جو اس بات دلیل ہیں کہ ان پشت پناہی
ان کی حکومتیں کر رہی ہیں۔واسکوڈی گاما(کہا جاتا ہے کہ واسکوڈی گاما نے سب سے پہلے بحری
راستے سے ہندوستان دریافت کیا یہ غلط ہے بلکہ مسلمانوں نے دریافت کیا جب واسکوڈی گاما
ہندوستان پہنچا تو اسے مسلمانوں کی جماعت دکھائی دی)نے ۱۴۹۸ء میں اہل مغرب کے لئے
ہندوستان کا راستہ دریافت کیا۔اس کے بعد پرتگالیوں نے اپنی اس سلطنت کی
بنیادیں رکھنا شروع کر دیں جس کی حدیں مالقہ سے ہندوستان اور سیلون کی پھیلی ہوئی تھیں۔ان
حکمرانوں کے بعد پرتگالی تاجر آئے جنہوں نے اپنے حکمرانوں کی پشت پناہی میں مشرقی
تاجروں کا مقابلہ کیا،ان کے بعد یہودی آئے اور انہوں نے اپنی حکومتوں کے زیر سایہ اپنی
سرگرمیاں شروع کیں۔

یہودیوں کی سب سے بڑی برطانوی کونسل نے ۱۹۱۰ء میں ہندوستان میں اپنے کام کا
جائزہ لیتے ہوئے اعتراف کیا کہ ’’دو ہزار یہودی مراکز،ایک ہزار مدرسے اور سینکڑوں تبلیغی مہمیں
سرگرم عمل ہیں۔ان کے علاوہ ایک اعلیٰ تعلیم کا مدرسہ بھی ہے جس میں مسلمان بھی تعلیم حاصل
کرتے ہیں۔یہودی کوششوں کی ان کامیابیوں کا سبب وہ تعاون اور امداد ہے جو یہودیوں کو مسٹر
لورنس،سر منٹگمری اور کرنل مارٹن کی طرف سے حاصل ہوتی ہے۔جن کے ہاتھوں میں پنجاب کی
زمام اقتدار ہے ان کے اس تعاون کے سبب‘‘

یہ ہے ان کی ناپاک سازشوں کا ایک چشم کشا پہلو۔۔المختصر آج کے اس مقدس دن

میں ہمیں یہ عہد اور یہ دعا رب کے حضور میں کرنا ہے کہ اے خالق کائنات! رمضان کے روزوں کی برکت اور عید سعید کی مبارک اور مسعود ساعتوں کے صدقے عالم اسلام پر چھائی ہوئی صیہونی ونصرانی و یہودی ظلم وستم کی کالی اور منحوس گھٹاؤں سے چھٹکارہ اور امن وآشتی کی فضا ہموار کرکے برادران اسلام کو ہر محاذ پر سرخرو فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

مسائل عید الفطر

تکبیراتِ عید: الله اکبر الله اکبر لا إلٰہ إلا الله و الله اکبر الله اکبر و لله الحمد

عید کی رات: یہ بھی عبادت کی رات ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

» **من قام ليلة العيد إيمانا واحتسابا لم يمت قلبه حين تموت القلوب** « (قيام الليل)

" جو عید کی رات ایمان کے طور پر اور ثواب کی طلب کے لئے قیام کرے گا۔ تو اس کا دل قیامت کی ہولناکیوں میں مطمئن رہے گا" بعض سلف اس رات بھی چالیس رکعت ادا فرماتے تھے۔

غسل: عید کے دن غسل مستحب ہے، صحابہ وتابعین عید کے دن غسل فرمایا کرتے تھے۔

کپڑے: عید کے لئے نئے کپڑے پہننے چاہئیں۔ اگر یہ میسر نہ ہوں، تو دھلے ہوئے پہنے۔

خوشبو: حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا:

" ہم عید کے دن عمدہ خوشبو استعمال کریں"

ناشتہ: عیدالفطر کے دن کچھ کھا کر نماز کے لئے جانا سنت ہے (ابن ماجہ)... کیونکہ اس دن روزہ رکھنا شیطانی فعل ہے۔ بہتر یہ ہے کہ میٹھی چیز ہو۔ آنحضرت ﷺ اس دن کھجوریں کھانے میں طاق کا خیال رکھتے تھے۔ ہم لقموں میں طاق کی خیال رکھ سکتے ہیں۔

فطرانہ: نمازِ عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا چاہئے۔ یہ صدقہ صرف مسلمانوں کے ذمہ ہے۔ نوکر ہو یا مالک، مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا، روزہ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، آزاد ہو یا غلام، مسافر ہو یا مقیم سب کو اَدا کرنا چاہئے کیونکہ روزے میں بعض کوتاہیاں ہو جاتی ہیں۔ صدقہ فطران کا کفارہ بن

جاتا ہے۔

وزن: صدقہ فطر ایک مدنی صاع (مدینہ کا پیمانہ) ہے جو ہمارے وزن کے مطابق دو سیر گیارہ چھٹانک ہے۔ فی کس اتنی گندم یا اس کی قیمت ادا کرنا چاہئے۔ **آج کے اعتبار سے تقریبا دو کلو اڑتالیس گرام ہے۔**

اجتماعیت: صدقہ فطر اَدا کرتے وقت اجتماعیت کو قائم رکھنا چاہئے۔ تمام مسلمانوں سے جمع کرکے تقسیم کرنا چاہئے۔ آنحضور ﷺ کے زمانہ میں اس کی وصولی کا سرکاری انتظام تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی خود تقسیم کرنے کی بجائے اجتماعی کھاتہ میں جمع کروادیتے تھے۔ انفرادی طور پر دینا پسندیدہ نہیں ہے۔

پیدل جانا: نمازعید کے لئے عیدگاہ کی طرف پیدل جانا بہتر ہے۔ آنحضرت ﷺ سے اس سلسلے میں متعدد احادیث آئی ہیں۔ اکثر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی مسلک اور عمل ہے۔

تبدیلی راستہ: رسول اکرم ﷺ ایک راستہ سے جاتے تھے اور دوسرے سے واپس تشریف لاتے اور راستہ میں تکبیراتِ عید کہتے۔

نماز کا وقت اور جگہ: طلوعِ آفتاب سے قبل زوال تک نمازِ عید کا وقت ہے۔ لیکن اول وقت میں ادا کرنا بہتر ہے۔ نماز شہر سے باہر کھلے میدان میں ادا کرنا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ نے صرف بارش کے موقع پر مسجد میں نمازِ عید ادا کی ہے۔

اذان اور اقامت: آنحضرت ﷺ نے نماز عید کیلئے کبھی اذان واقامت نہیں کہلوائی (بخاری)

سورتیں: آنحضرت ﷺ سورۃ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں سورۃ الغاشیہ، بعض اوقات پہلی میں سورۃ ق اور دوسری میں سورۃ القمر اور اسی طرح بعض دفعہ پہلی میں سورۃ الانبیاء اور دوسری میں سورۃ الشّمس پڑھا کرتے تھے۔

خطبہ عید: امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: » لا ينصرف حتى ينصرف الإمام « (موطأ)

یعنی" خطبہ عید سنے بغیر کوئی آدمی عیدگاہ سے نہ جائے"

مبارکباد: عید کے روز صحابہ کرام آپس میں ملتے تو یہ کہتے: » تقبل اللہ منا ومنک « (فتح الباری)
یعنی اللہ تعالیٰ ہم، تم سب سے قبول فرمائے۔

عید کے بعد چھ روزے: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھ لئے، اس کو سال بھر کے روزوں کا ثواب ہے"

☆☆☆☆☆

محمد رضا مرکزی
الجامعۃ القادریہ نجم العلوم
پلاٹ ۱۴، سروے ۳۹، نیا اسلامپورہ، مالیگاؤں ناسک ۴۲۳۲۰۳
RAZAMARKAZI@GMALI.COM
WWW.RAZAMARKAZI.WORDPRESS.COM
CALL:08446974711

مفتی محمد رضا مرکزی کی تصانیف ایک نظر میں

(۱) امام مہدی اور احادیث مبارکہ
(۲) اللہ کی حیرت انگیز مخلوق۔۔جنات
(۳) قصص صالحین اول
(۴) قصص صالحین دوم
(۵) روشن حکایات
(۶) تعلیمات رضا اور ہم
(۷) وسیلہ، عرس، زیارت، ایصال ثواب اور تیجہ (معمولات اہل سنت)
(۸) اچھوں کی اچھی باتیں
(۹) مسلمانوں کے بدترین دشمن۔۔یہودی
(۱۰) مقالات مرکزی
(۱۱) شرعی عدالت (مجموعہ فتاویٰ مرکزی)
(۱۲) کفن دفن کے مسائل
(۱۳) ماہ شعبان المعظم اور شب برأت
(۱۴) آثار مقدسہ کے آداب
(۱۵) تفسیر معوذتین
(۱۶) تفسیر سورۃ اخلاص اور عقیدہ توحید
(۱۷) علم فقہ اور علم اصول فقہ
(۱۸) ماہ شعبان المعظم اور شب برأت
(۱۹) برکات رمضان